هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
بنتِ حوّا
عبدالحق ظفر چشتی
کرم پبلی کیشنز
مصطفیٰ آباد ۰ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اے ایمان والو:
داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے
اور نہ چلو شیطان کے نقشِ قدم پر
بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (بقرہ، آیت 208)
مومنہ عورت
قرآن وسنت کی روشنی میں
مرتبین
حضرت مولانا حافظ اشرف مجددی صاحب
حضرت مولانا صوفی محمد علی نقشبندی صاحب
مجلس
سیالکوٹ
0300-7148994 052-3251719

نام کتاب	ــــــــ	بنتِ حوا
مصنف	ــــــــ	عبدالحق ظفر چشتی
موضوع	ــــــــ	مسلمان عورت سے متعلقہ مسائل
صفحات	ــــــــ	۱۱۲
ناشر	ــــــــ	کرم پبلی کیشنز مصطفےٰ آباد لاہور
پرنٹرز	ــــــــ	مون پرنٹرز میکلوڈ روڈ۔ لاہور
تعداد	ــــــــ	ایک ہزار
اشاعت	ــــــــ	رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ
قیمت	ــــــــ	۱۵ روپے

مصنف برخوردار محمد جاوید اختر مکّہ کالونی گلبرگ لاہور کیلئے دعاگو ہے۔ جس نے بنتِ حوّا کی اشاعت میں ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ اُسے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ
بنتِ حوّا
عبدالحق ظفر چشتی
محمدیہ لائبریری
رقم المسلسل ______
جامعہ اسلامیہ لاہور
کرم پبلی کیشنز
مصطفےٰ آباد ۰ لاہور ۱۵

آئینہ

نکتۂ خیال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

معاشرتی اخلاق پر ان گنت اہلِ دانش واصحاب بصیرت نے لکھا قرونِ اولیٰ میں جو فرائض مصلحین کی اولیں جماعت حضرات القدس انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مبداء فیاض سے رشد وہدایت کے جواہر بنی آدم کو عطا فرمائے، ان کی کرم گستریوں اور فیض باریوں سے بہرہ یاب ہو کر حضرات علماء کرام نے بھی حق نیابت خوب ادا کیا، یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ معاشرتی اخلاق کی نفسیات کے ماہرین کے نزدیک معاشرتی بناؤ بگاڑ کی زیادہ تر ذمہ داری "ماں" پر عائد ہوتی ہے اگر ماں صلابت فکر سے مالا مال ہوگی تو نسل بگڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ "ماں کی گود ہی بچے کی اولیں تربیت گاہ ہے" آج کی مائیں اگر اولاد کی فلاح کی خاطر "مامتا" کو بیدار ہونے دیں تو پھر کسی چوراہے، کسی موڑ یا کسی سفر میں بھی ان کی بیٹی غیر محفوظ نہ ہوگی کیونکہ جب مامتا بیدار ہو جاتی ہے تو وہ اپنے بیٹے کو بتاتی ہے کہ معاشرے کی ساری بیٹیاں تیری بہنیں ہیں۔

میری دانست میں اصلاح کا کام "ماں کی اصلاح" سے شروع ہونا

چاہیئے۔ چنانچہ میرے فاضل دوست حضرت علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی زید مجدہ نے اصلاح معاشرہ کے لیے "بنت حوّا کے نام" لکھ کر اِن کی اصلاح کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضرت ظفر چشتی متعدد کتب کے مصنف، پُر مغز شاعر، پختہ فکر خطیب، منجھے ہوئے طبیب امراض باطن کے نبّاض و مصلح تو تھے ہی لیکن "بنت حوّا کے نام" میں وہ ایک ماہر نفسیات اور بہتر ناصح کے طور پر بھی سامنے آئے ہیں۔

حضرت ظفر چشتی زید مجدہٗ ہمہ جہت بھرپور صلاحیتوں کے مالک اور اس بد عملی کے دور میں نیک طینتی، خیر خواہی، درد مندی، خشیتِ الٰہی اور سب سے بڑھ کر عشق مصطفوی کی چلتی پھرتی تصویر ہیں اور حلقۂ احباب کے لیے سرمایۂ فخر۔

بارگاہِ رب العزت میں بتصدقِ نعلینِ پائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست بدعا ہوں کہ وہ اس تحریر دلپذیر کو مقبول عام بنائے اور حضرت مصنف کے لیے توشۂ آخرت کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

خادم الفقراء

حکیم مفتی ضیاء الحبیب صابری

خوش نصیب عورت ۔ مسلمان عورت

زمانہ قدیم کی تاریخ کے اوراق آج بھی شاہد ہیں کہ دنیا میں جتنی بھی قومیں شہرت و عظمت یا طاقت کے نام پر اپنے وجود کا احساس دلاتی رہی ہیں۔ اُن میں عورت کو وہ مقام کبھی نہیں ملا جو ایک مسلمان عورت کو دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے بخشا ہے۔ اہل عرب عورت کے وجود سے متنفر ہی نہ تھے بلکہ اس کے حقیقی مخالف تھے کہ جہاں اس پودے نے جنم لیا، فوراً اس کو مسل کے رکھ دیا۔ راقم الحروف نے "آمد بہار" کے عنوان سے حضور کی تشریف آوری سے پہلے کی کہانی یوں بیان کی ہے ؎

بیں زندہ در گور کرتا بیٹی میں پدری شفقت سے خالی داماں
اجل نہ آئی نہ برسے پتھر جس سا عالم پہ چھا چکا تھا

گویا ان کی قومی غیرت یہ گوارا نہ کرتی تھی کہ ان کے گھر میں کوئی بچی پیدا ہو کر زندہ رہ سکے۔

اسلام عورتوں کے حق میں پیغام رحمت ہے۔ اس کے وجود کے چہرے کا وہ آب و رنگ جس کو حریص انسانوں کے وحشیانہ حملوں نے لوٹ لیا تھا، دوبارہ واپس دلایا۔ اسلام ہی نے اس کو جنسِ اشرف میں شمار کیا۔ اس کی فریاد رسی کی، حقوق منوائے۔ ہر قسم کی معاشرتی اور سماجی مراعات کا مستحق ٹھہرایا۔

یہود کے نزدیک عورت ایک ناپاک اور گندی ہستی تھی، جس کے سائے سے بچنے کی کوشش کی جاتی، خاص طور پہ ایام حیض میں وہ سلوک

ہوتا جس پر کتے بلی کو بھی ترجیح ہوسکتی ہے۔ اسے گھر کے کام کاج سے الگ کر کے کسی علیحدہ مکان میں بند کر دیتے اور کسی بانس وغیرہ سے باندھ کر دُور ہی سے اس کے لیے کھانا پہنچا دیتے۔ گرمی کا خیال نہ سردی کا احساس۔ دم گھٹ کر جان دے دے، یا ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرجائے، جسم شل ہوجائے یا لقوہ۔ مگر یہود کے ہاں ان کے لیے کوئی نرم گوشہ موجود نہ تھا۔

اسلام ہی نے عورت کو اس ظلم سے نجات دلائی اور واضح کیا کہ عورت اس حالت میں اتنی ناپاک نہیں ہوتی، جتنی یہ کوتاہ نظر لوگ سمجھ رہے ہیں۔ ایام ماہواری ایک عارضی نجاست ہے۔ صحبت اور ہم بستری کے علاوہ عورت کو گھر کے جملہ امور میں پورا پورا دخل ہے اور ہر کام نبھانے کی مستحق ہے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم امہات المؤمنین سے ان ایام میں خصوصاً توجہ فرماتے۔ حتیٰ کہ ان کا جھوٹا تک استعمال فرماتے۔ یہی وجہ ہے آج مسلم معاشرے میں اکثر اہلِ خانہ تک کو علم نہیں ہوتا کہ ہماری بیٹی بیوی یا ماں کے لیے کون سے دن ایسے ہیں جن میں نماز وغیرہ نہیں پڑھ سکتی۔

دامنِ مجوس بھی عورت کی بے حرمتی اور بے قدری میں اتنا ہی داغدار ہے ان کے ہاں عورت صرف ہوس رانی کا ایک آلہ اور جذبات پورے کرنے کا کھلونا تھی۔ ماں بیٹی، بہن، چچی پھوپھی اور خالہ سب ایک ہی غرض کا شکار تھیں کسی کی عصمت کو اپنی ہوس پر قربان کرنا ایک معمولی سی بات تھی۔ اسلام نے اس حیوانیت اور شہوانیت کو نہایت معیوب قرار دیتے ہوئے معزز رشتوں پر سختی سے توجہ دلائی، معصوم متعلقات کی عصمت کو بچانے کے لیے آواز اُٹھائی۔ غلط معاشرے اور ناپاک سوسائٹی کی داغ بیل ڈالنے والوں کے خلاف سرزنش فرمائی۔ اور ملتِ اسلامیہ کی بیٹی کو ایک تقدس مآب

مقام بخشا۔

ہمارے پڑوس میں صدیوں سے آباد ہندو قوم کی تاریخ کی گہری ورق گردانی کی ضرورت نہیں۔ ان کے دھرم میں عورت سانپ اور بچھو سے بدتر سمجھی جاتی۔ ان کے ہاں عورت کا بیوہ ہونا موت سے بدتر تھا۔ اس کا مرنے والا شوہر تو اپنی موت آپ مرتا۔ مگر عورت کو قومی روایات کے ماتحت اس کے ساتھ خود مرنا پڑتا۔ یہ ستی کی رسم، اس کی قربانی یا والہانہ محبت کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ مذہبی اور معاشرتی تشدد تھا جو مجبوراً قبول کرنا پڑتا۔ انگریز حکومت نے اس ظلم اور بربریت کو ختم کیا۔ اگر یہ خدائی حکم ہوتا تو اس رسم کے مٹانے پر ہندو سراپا احتجاج ہو جاتے۔ مرد اب بھی مرتے ہیں۔ عورتیں اب بھی بیوہ ہوتی ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ عورت اب مرد کے ساتھ جل کر راکھ نہیں ہوتی

ہندو عورت آج بھی محروم الوراثت ہے۔ جملہ خاندانی مراعات سے بے دخل ہے۔ کیا کسی مہذب معاشرے میں کوئی اس بات پہ یقین کر سکتا ہے کہ ایک ظالم خاوند جو عورت کو آباد بھی نہیں کرتا اور نہ خرچ دیتا ہے۔ نہ اس کو علیحدہ کرتا ہے۔ پھر بھی عورت پابند سلاسل ہے۔ وہ جذبات کی مجبوری میں گناہ کی دلدل میں تو گر سکتی ہے۔ نجات کی کوئی صورت نہیں نکال سکتی۔ عورت خواہ وہ بارہ سال کی عمر میں بیوہ ہو جاتے پھر بھی عمر بھر کی تنہائی اس کا مقدر ہو گئی۔ ہندو مذہب میں کوئی قانون ہی نہیں کہ شوہر کے مرنے کے بعد کوئی عورت مسرت اور شادمانی کی زندگی کا تصور ہی کر سکے۔

آج یہ حقیقت تسلیم کرنا ہی پڑے گی کہ اگر ہندو عورت کو بھی وراثت، نکاح ثانی اور طلاق کے ذریعے ظالم خاوند سے رہائی۔ رسم ستی سے تحفظ کی مراعات دے کر کسی مذہب نے امن و چین کی زندگی گزارنے کا حق دیا ہے تو وہ صرف

اسلام ہے۔

دینِ مصطفوی ؐ نے دنیا کو یہ حقائق باور کرائے ہیں کہ عورت ایک انسان ہے، اور بلند مرتبہ انسان ہے۔ نسلِ انسانی کی بقا کی ضامن ہے۔ یہ منتقل ہونے والی جائیداد نہیں، نا جائز خرید و فروخت ہونے والی شے نہیں۔ اس کی ذات بے روح اور بے حقیقت نہیں۔ یہ نجس اور ناپاک نہیں، ناقابلِ نفرت نہیں بلکہ محبت کا سرچشمہ ہے، مرد کی زندگی کی ہمسفر ہے۔ دنیا کو جنت کا گہوارہ بنانے والی ہے۔ عورت مرد کی زندگی کا دوسرا پہیہ ہے۔ مرد عورت کا لباس ہے۔ وہ اس کی زینت ہے، یہ اُس کی زینت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے چین ہیں، قرار ہیں، امن ہیں، آشتی ہیں اور ایک دوسرے کی عزت و پہچان ہیں۔ اگر عورت ایک گونہ مرد کی محکوم ہے تو وہ گھر کی مالکن بھی ہے۔ وہ اس کے بچوں کی ماں ہے۔ وہ گھر کی تعمیر سے لے کر تمدن و معاشرت تعلیم و تربیت اور وطن کی تعمیر و ترقی تک کی ضامن ہے۔ وہ کئی اعتبار سے مرد کے برابر حقوق رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کو احساس دلایا کہ عورت نزاکت ہے، پھول ہے، حسن ہے، وقار ہے۔

اسلام نے مرد کو عورت سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اس کے نان و نفقہ خور و نوش، رہن سہن اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری مرد کو سونپی ہے۔ اگر بیٹی ہے تو اس کی پیدائش سے لے کر سن بلوغ اور پھر اس کو اپنے گھر رخصت کرنے تک زندگی کا ہر لمحہ پدری شفقت و محبت کا سایہ دینے کا حکم دیا ہے اس کی تعلیم و تربیت، اس کی وراثت اور دیگر حقوق ادا کرنے کی ذمہ داری کا احساس دلایا ہے۔ عورت اگر بیوی ہے تو اس کے جملہ حقوق کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔ عورت اگر ماں ہے تو اس کی عظمت کو چار چاند لگائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے حقوق کے فوراً بعد ماں اور باپ کا ذکر کر کے عورت کے درجے کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ اقوام مغرب حیرت سے دیکھتی رہ گئی ہیں۔ اسلام نے اس کے قدموں میں جنّت رکھ دی ہے۔ جو بچہ جتنی ماں کی عزت و تکریم اور خدمت کرے گا۔ اسی قدر اللہ تعالیٰ کے اور معاشرے کے نزدیک عزت و تکریم پائے گا۔

اب ماں ہر فرد کے دل کی دھڑکن ہے۔ ممتا کے مقام کو تصوّر میں لا کر اب ہر عورت اولاد کو ترستی ہے کہ اے کاش کوئی مجھے ماں جیسے مقدس نام سے پکارے، اب لوگ کہتے ہیں کہ ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔ ماں قدرت کا آخری تحفہ ہے۔ اگر کوئی مجھ سے میری ماں چھین لے تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ یہ تصور مغربی ترقی یافتہ اقوام میں آج تک پیدا نہیں ہو سکا۔ وہاں بچہ پیدا ہوتے ہی کلبوں اور DAY CARES کو سونپ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایسا بچہ بڑا ہوتا ہے تو وہ ایسے ماں باپ کو اولڈ ہاؤسنز OLD HOUSES میں دھکیل دیتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں، ایسے کو تیسا۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے سامنے ایک باپ کی حیثیت سے اپنی بیٹیوں کو جو مقام بخشا۔ وہ اس دور میں حیرت زا تھا۔ بیٹیوں کی آمد پر مزمل و مدثر کی شان والی چادر بچھا دینا۔ ان کے استقبال کے لیے اٹھ کھڑے ہونا۔ ان کے خاوندوں کو حسن سلوک کا حکم دینا، پھر جنتی عورتوں کی سردار بنانا۔ پھر ان کے بچوں کو وہ مقام بخشنا کہ آج تک ان کے بچوں سے پیار دین کا جز بن گیا۔ یہ سب عوامل نظروں سے گری ہوئی عورت کو از سر نو بامِ عظمت پر پہنچانے کے لیے تھے۔

پہلے بیٹی تھی بارِ خاطر اب ہے دل کی بہار بیٹی   وہ عصمتوں کی ردا میں لپٹی وہ عزتوں کی بہار لائی

حضور نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اَنَا مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ
(مشکوٰۃ شریف) یعنی میں تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے بیٹے کے لیے باپ۔
ایک غیور باپ پسند نہیں کرتا کہ کوئی غیر اس کی بیٹی کی طرف آنکھ اٹھا
کر دیکھے، اس کے بس میں ہو تو اس کی آنکھ پھوڑ کر رکھ دے۔ اس لیے حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کے بیٹوں اور بیٹیوں کو غلط نگاہ
اٹھانے سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا زِنَا الْعَیْنِ اَلنَّظْرُ کہ آنکھ کا زنا
نظر بازی ہے۔ اس نظر بازی سے روکنے کے لیے آپ نے جو انداز اختیار
فرمایا، وہ اتنا خوبصورت ہے کہ وہ شخص جس کی نگاہ پاکیزہ اتنی بلند کہ تقدس
آمیز لطافتیں اس کے قدموں پر نثار ہو جائیں۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا
رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائی۔ تاکہ دنیا کا کوئی پارسا یا عام آدمی اپنی پاکیزگی کے
زعم میں بے احتیاطی نہ برتے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
دوبارہ نظر نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر (جو اتفاقاً اٹھ جائے) معاف
ہے اور دوسری مرتبہ نگاہ اٹھا کر دیکھنا جائز نہیں (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

گویا ؎
جلووں کے اس ہجوم میں لازم ہے احتیاط
سہوِ نظر حلال ہے قصدِ نظر حرام

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان مردوں سے متعلق ارشاد فرمایا قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْ
مِنْ اَبْصَارِھِمْ یعنی اے محبوب اہل ایمان سے فرمائیں کہ اپنی نظر نیچی رکھیں
اس کے علاوہ مردوں کو اپنی نگاہ پاک رکھنے کے بارے میں اور بھی
بہت کچھ فرمایا ہے۔ لیکن اگر جلوہ عیاں اور رسا منے ہو تو نظر آخر نظر ہے اُٹھ
بعید از قیاس نہیں۔ اسی لیے عورتوں کے لیے حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو چھ

اس لیے ایک غیور باپ کی طرح حضور نے اپنی اُمت کی بیٹیوں کو اس سلسلہ میں بہت ساری تلقین فرمائی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الْمَرْءَۃَ عَوْرَۃٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَہَا الشَّیْطَانُ یعنی عورت بلاشبہ ایک چھپی ہوئی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے۔ مزید فرمایا نِعْمَ الْعَمَلُ لِنِسَاءِ اُمَّتِیْ اَلْعَزْلُ یعنی میری امت کی عورتوں کا مردوں سے علیحدہ رہنا کتنا اچھا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی خصوصی طور پر مومن عورتوں سے متعلق حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا: قُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ اے میرے محبوب! آپ مومن عورتوں کو فرمادیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں .... اس آیہ مبارکہ میں تو صرف نگاہوں کو نیچا رکھنے کا حکم ہے۔ دوسری آیہ مبارکہ میں گفتگو کے بارے میں یوں ارشاد ہوا۔ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ ط ذَالِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِہِنَّ یعنی اے مردو! جب تم عورتوں سے کوئی چیز مانگنے لگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، کیونکہ یہ بات تمہارے اور ان کے پاک رہنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے مرد و عورت کے باہمی آزادانہ طور طریقے اپنانے سے بھی نفرت تھی فرمایا لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّجُلُ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْءَۃِ وَالْمَرْءَۃُ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ (مشکوٰۃ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں سا لباس پہنتا ہے اور ایسی عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مردوں سا لباس پہنتی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک اور حدیث پاک میں

ارشاد ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا کہ ایک عورت مردوں کا جوتا پہنتی ہے تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کا طریقہ اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ" پ۲۲ ع ا" اے عورتو تم غیر محرم مردوں سے نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو کہ اس شخص کا خیال فاسد ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کو کسی کے گھر میں بغیر اجازت یا اطلاع، داخل ہونے کی اجازت نہیں دی" فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا پ۱۸ ع ۱۰) یعنی اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا۔ اور ان اہلِ خانہ کو سلام کر لو۔ گویا یہ بھی امت کی بیٹیوں کیلئے ہے کہ جب مرد بلا اجازت گھروں میں آنے جانے لگیں۔ تو عورتوں کی پاکیزگی و عصمت متاثر نہ ہو۔

یہ ہے وہ مقامِ عورت جو دامنِ مصطفوی میں آکر اُسے ملا ہے اس مقام میں عورت کو تحفظ، عصمت اور پاکیزگی ملی ہے۔ جو دنیا کے کسی بھی معاشرے میں تصور نہیں کیا جا سکتا۔

عورت کے اخلاق کی تربیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، ہم سب میں سے پہلے آپ سے کون ملے گی۔ فرمایا تم میں سے لمبے ہاتھ والی، انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے۔

تو حضرت سودا رضی اللہ تعالیٰ عنہا دراز ہاتھ نکلیں، بعد میں معلوم ہوا کہ درازیٔ ہاتھ سے مراد صدقہ و خیرات تھی۔ ہم سب میں پہلے حضور کے پاس حضرت زینب سدھاریں، وہ خیرات کرنا بہت پسند کرتی تھیں۔ (رواہ بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زانیہ عورت کی مغفرت ہو گئی، جو ایک کتے پر مہربان ہوئی کہ ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس اُسے قتل کر دیتی۔ اس نے اپنا موزہ اتارا، اُسے اپنے دوپٹے سے باندھا۔ اس طرح پانی نکالا۔ اس کو پلایا۔ اس وجہ سے بخش دی گئی۔ عرض کیا گیا کہ کیا جانوروں میں بھی ثواب ہے۔ فرمایا ہر تر کلیجے والے میں ثواب ہے۔

حضرت عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت ایک بلّی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی جسے اُس نے باندھے رکھا۔ حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر گئی، اُسے نہ تو کھانا دیتی تھی اور نہ چھوڑتی تھی، تاکہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی۔ (مسلم و بخاری)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو۔ اگرچہ اپنے زیور ہی سے۔ فرماتی ہیں میں عبداللہ کی طرف لوٹی اور کہا کہ تم ایک مسکین اور تنگدست آدمی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا ہے۔ تم وہاں حاضر ہو کر یہ مسئلہ پوچھ آؤ کہ میرا صدقہ کرنا درست ہے یا نہیں، ورنہ میں آپ کے سوا کسی اور کو صدقہ کر دوں۔ فرماتی ہیں۔ حضرت عبداللہ نے مجھ سے کہا تم ہی وہاں جاؤ، اور مسئلہ پوچھ آؤ۔ فرماتی ہیں میں چلی تو حضور کے دروازہ پر ایک اور انصاری بی بی کھڑی تھیں۔ جنہیں میرے جیسے

ہی کام تھا۔ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قدرتی ہیبت دی گئی تھی۔ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے۔ ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کریں کہ دروازے پر دو بیبیاں ہیں، جو حضور سے پوچھتی ہیں کہ کیا اُن کا اپنے خاوندوں اور ان کے یتیموں پر خرچ کرنا جو ان کی کفالت میں ہیں صدقہ ہو جائے گا اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں۔ فرماتی ہیں۔ حضرت بلال رضؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا، تو حضور نے فرمایا، وہ کون ہیں۔ عرض کیا ایک انصاری بی بی اور ایک زینب ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، کونسی زینب؟ عرض کیا عبداللہ کی بیوی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ انھیں دوہرا ثواب ہوگا، ایک ثواب قرابت کا، ایک ثواب صدقہ کا۔

نوٹ :۔ اس صدقہ سے مراد نفلی صدقہ ہے۔ اس لیے کہ یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ مرد عورت کو اور عورت مرد کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے۔ بشرطیکہ بربادی کی نیت سے نہ ہو تو اسے خیرات کرنے کا ثواب ملے گا اور اس کے خاوند کو کمانے کا ثواب ملے گا۔

حضرت امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجتہ الوداع کے سال خطبہ فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہ کرے۔ عرض کیا گیا کھانا بھی۔ فرمایا یہ تو ہمارا بہترین مال ہے۔

یعنی کھانا تو بہترین مال ہے۔ جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ جب

عورت خاوند کی اجازت کے بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کر سکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز بغیر اجازت کیسے خرچ کر سکتی ہے۔ البتہ یہ اجازت صریحی بھی ہو سکتی ہے اور عرفی بھی۔ جس طرح عام طور پر بیویوں کو خاوندوں کی طرف سے روٹی کپڑا خیرات کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بلکہ اگر عورت میں یہ صفت موجود ہو تو خاوند اسے اپنی عزت سمجھتا ہے، اور اس سے خوش ہوتا ہے کہ بیوی سلیقہ شعار ہے اور مہمان نواز ہے۔

پردہ کے احکامات

ارشادِ خداوندی ہے :

"آپ مومنوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ان کے لیے یہ طریقہ بہت پاکیزہ ہے۔ یقیناً اللہ ان کاموں سے خوب واقف ہے جو وہ کرتے ہیں اور آپ ایماندار عورتوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمتوں کی حفاظت کریں اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔ مگر جتنا خود بخود نمایاں ہوجائے، اور اپنی اوڑھنیاں گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی آرائش کو اپنے شوہروں، باپوں، اپنے شوہروں کے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے خاوند کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، اپنے بھتیجوں، اپنے بھانجوں، اپنی ہم مذہب عورتوں، اپنی باندیوں، یا اپنے ایسے نوکروں جو عورتوں کے خواہشمند نہ ہوں۔ ان بچوں جو ابھی تک عورتوں کی شرم والی چیزوں سے آگاہ نہیں، کے سوا کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں، اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں کہ اُن کا چھپا ہوُا بناؤ سنگار ان پر ظاہر ہو۔ اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اے ایمان والو! تاکہ تم ہر دو جہاں میں کامیاب و کامران ہوجاؤ۔ (النور پارہ ۱۸)

یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ غض کے معنے کسی چیز کو کم کرنے گھٹانے اور پست کرنے کے ہیں۔ اس کا ترجمہ عام طور پر نگاہ نیچی رکھنا کیا جاتا ہے۔ حالانکہ نگاہوں کو ہر وقت جھکائے رکھنا اس کا مفہوم نہیں ہے۔ بلکہ کسی

کو پوری نگاہ بھر کر نہ دیکھنا اور نگاہوں کو بالکل آزاد نہ چھوڑنا ہے۔ غضِ بصر کا اصل مفہوم نظر بچانے کے ترجمے سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ یعنی جس کو دیکھنا مناسب نہ ہو اس سے نظر بچا لی جائے۔

ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں اس کی وضاحت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ آدمی اپنے تمام حواسِ خمسہ سے زنا کرتا ہے۔ دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔ لگاوٹ کی بات چیت کرنا زبان کا زنا ہے۔ آواز سے لذّت لینا کان کا زنا ہے۔ ہاتھ لگانا یا ناجائز مقصد کے لیے چلنا ہاتھ پاؤں کا زنا ہے جب یہ بدکاری کی تمہیدیں پوری ہو جاتی ہیں، تب شرمگاہیں یا تو اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا پھر تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں۔ (بخاری شریف ، مسلم شریف)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نظر تو معاف ہے۔ دوسری نظر معاف نہیں۔

(ترمذی، احمد، ابوداؤد)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں۔ تو فرمایا۔ فوراً نگاہیں نیچی کر لو۔

جلووں کے اس ہجوم میں لازم ہے احتیاط
سہوِ نظر حلال ہے قصدِ نظر حرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اُس کو چھوڑ دے گا اس کے بدلے میں اُسے ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ (طبرانی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑ جائے اور وہ اس سے نگاہ ہٹالے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں لطف و سرور اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔ (مسند امام احمد)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہ اور وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی فضل بن عباس جو اس وقت ایک نوجوان لڑکے تھے۔ مشعر حرام سے واپسی کے وقت حضورؐ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ راستے میں جب عورتیں گزرنے لگیں تو فضل کی نظر ان کی طرف ہونے لگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے منہ پر ہاتھ رکھا اور ان کا مُنہ دوسری طرف پھیر دیا۔

ایک خاتون ام خلاد رضی اللہ عنہا کا لڑکا ایک جنگ میں شہید ہو گیا۔ وہ اس کے متعلق دریافت کرنے کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں۔ اُس وقت بھی ان کے چہرے پر نقاب تھا۔ بعض صحابہ نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایسے غم و اندوہ کے عالم میں بھی چہرے پر نقاب ہے؟ یعنی جوان بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر ایک ماں کو تو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور تم اطمینان کے ساتھ باپردہ آئی ہو۔ تو اس نیک بخت خاتون ام خلاد رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ میں نے بیٹا تو ضرور کھویا ہے مگر اپنی

شرم وحیا تو نہیں کھوئی۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام مکہ معظمہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسافر ہمارے قریب سے گذرنے لگے، تو ہم عورتیں اپنے سر سے کپڑا کھینچ کر منہ پر ڈال لیتیں۔ جب وہ گذر جاتے تو ہم مُنہ کھول لیتیں۔

غضِ بصر سے مُستثنٰی صُورتیں

نظر بچانے کے اس حکم سے صرف وہ صورتیں مستثنٰی ہیں۔ جن میں کسی عورت کو دیکھنے کی حقیقی ضرورت محسوس ہو۔ بعض اوقات ایسی صُورتوں میں کم از کم عورت کو دیکھنا مستحب ضرور ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے ایک جگہ نکاح کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم نے لڑکی کو دیکھ لیا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں، تو فرمایا، اُسے دیکھ لو۔ اس طرح تمہارے درمیان موافقت کی زیادہ توقع کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہیں شادی کا پیغام بھیجا تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لڑکی کو دیکھ لو۔ اس لیے کہ انصار کی لڑکیوں کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کا خواستگار ہو تو حتی الامکان اُسے دیکھ کر اطمینان کر لینا چاہیئے کہ آیا عورت میں ایسی کوئی خوبی ہے جو اس کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف

راغب کرنے والی ہو۔

غض بصر کا ایک اور مفہوم

غض بصر کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کوئی آدمی کسی عورت یا مرد کے ستر پر نگاہ نہ ڈالے۔ حضور نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے، اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔

مرد کا ستر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران پر نگاہ نہ ڈالو۔

اپنا ستر بھی کسی کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں۔ مرد کے ستر کی حدود نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناف سے گھٹنے تک فرمائی ہے۔ اس حصۂ جسم کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے ارادۃً کھولنا حرام ہے۔ ترمذی شریف میں ایک حدیث موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! کسی بھی حالت میں ننگے نہ رہا کرو۔ کیونکہ تمہارے ساتھ وہ بھی ہیں جو تم سے کبھی بھی جدا نہیں ہوتے (یعنی خیر و شر کے فرشتے) سوائے اس وقت کے جب تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیوی کے پاس جاتے ہو۔ لہٰذا ان سے شرم کرو اور ان کا احترام ملحوظ رکھو۔

ایک اور حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے اپنے ستر کو محفوظ رکھو۔ ایک شخص نے پوچھا: اور جب ہم تنہائی میں ہوں؟ کیا اس وقت بھی۔ تو فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

عورت کا ستر

عورت کا ستر ہاتھ اور مُنہ کے سوا پورا جسم ہے۔ جسے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد حتیٰ کہ باپ، بھائی اور بیٹے کے سامنے بھی کھولنے کی اجازت نہیں۔ عورت کو ایسا باریک یا چُست لباس نہیں پہننا چاہیئے۔ جس سے بدن کی ساخت نمایاں ہو، یا اُس کپڑے کے اندر سے جھانکا جا سکے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے گھر تشریف لائیں اُن کے سر پہ باریک کپڑا تھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا: اسماء۔ جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کی کوئی چیز نمایاں ہو۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی موجود ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے ہاں میرے اخیافی بھائی عبداللہ بن الطفیل کی صاحبزادی آئی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر میں تشریف لائے تو حضورؐ نے انھیں دیکھ کر مُنہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری بھتیجی ہے۔ آپ نے فرمایا، جب عورت بالغ ہو جاتے تو اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے منہ اور ہاتھ کے علاوہ کچھ ظاہر کرے، اور ہاتھ کی حد آپؐ نے خود اپنی کلائی پر ہاتھ رکھ کر اس طرح بتائی کہ آپ کی مُٹھی اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی کی جگہ اور باقی تھی۔

اس معاملہ میں صرف اتنی رعایت کی گنجائش ہے کہ محرم رشتہ داروں مثلاً بیٹا، بھائی وغیرہ کے سامنے عورت اپنے جسم کا صرف اتنا حصہ کھول سکتی ہے

جس کو گھر میں کام کاج کے لیے ضروری محسوس کرتی ہے۔ جیسے آٹا گوندھتے وقت آستینیں چڑھالینا یا گھر کا فرش دھوتے ہوئے پائنچے وغیرہ کچھ اوپر چڑھالینا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے، میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ ایک چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری وہ جو دو رانوں کے درمیان ہے

اگر نگاہیں ہوس ناک ہوں، مرد وزن کا آزادانہ اختلاط ہو۔ خلوت میں نامحرموں کے ساتھ گفتگو بھی جاری رہے اور پھر انسان یہ خیال کرے کہ اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دے گا تو اس کی حماقت کی انتہا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے اور بچیاں عفت مآب ہوں اور عصمت شعار ہوں تو ہمارا فرض ہے کہ انھیں پردے کے بارے میں ان آیاتِ مبارکہ اور احادیث کی تعلیم دیں۔

نظروں کی طرف کھلنے والا دروازہ بہت بڑا دروازہ ہے۔ نگاہ کی بے راہ روی کے باعث اکثر لغزشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس لیے اس سے پرہیز لازم ہے۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت اگر ڈوب رہی ہو، یا اُسے آگ لگ گئی ہو، تو اُسے بچانے کے لیے اس کے جسم کے کسی حصہ کو ہاتھ لگانا یا اس کی طرف دیکھنا ممنوع نہیں۔ کیونکہ اس وقت اس کی جان بچانا فرض ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر اور طبیب مریضہ کے جسم کے کسی حصہ کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ جبکہ اس کا دیکھنا علاج کے لیے ضروری ہو۔ البتہ عورتوں کو ایسے اطباء و ڈاکٹروں کے پاس جانا چاہیئے جو امین ہوں۔

ایمان افروز واقعہ

راقم الحروف کو ایک ایمان افروز اور قابلِ صد ستائش واقعہ یاد آرہا

بہت دیر پہلے کی بات ہے کہ ایک ریل گاڑی لاہور ریلوے اسٹیشن سے شیخوپورہ کی طرف روانہ ہوئی، شاہدرہ سے آگے ایک اسٹیشن مسن کالر ہے۔ اسٹیشن کے بالکل قریب ایک بستی بنام "مسن" ہے اس بستی کے رہنے والے ایک سید خاندان کی نوبیاہتہ خاتون اپنے خاوند اور سسر کے ہمراہ اس گاڑی پر سوار ہو رہی تھی، یا اُتر رہی تھی کہ گاڑی روانہ ہو گئی۔ خاتون کا پاؤں پھسلا اور گاڑی پر سوار ہونے کی بجائے پلیٹ فارم اور گاڑی کے درمیان گر گئی۔ اسی اثنا میں گاڑی کے نیچے آ کر اس کے دونوں ہاتھ گٹوں سے کٹ گئے۔ ایک خاتون کا گاڑی کے نیچے آنا تھا کہ اسٹیشن پر موجود لوگوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ گاڑی رکی اور لوگ اس خاتون کو پکڑنے کے لیے دوڑ پڑے۔ خدا کی شان۔ کٹے ہوئے ہاتھوں اور خون سے لت پت خاتون نے درد و تکلیف سے تڑپتے ہوئے بھی اپنے ہوش برقرار رکھے اور اس نے بلند آواز سے کہا لوگو! خبردار میرے قریب نہ آنا۔ میں سیدزادی ہوں اور کوئی غیر محرم مجھے ہاتھ نہ لگائے۔ لوگ فرطِ حیرت میں پیچھے ہٹ گئے۔ اُس خاتون کا خاوند اور سسر غم و اندوہ سے نڈھال ہونے کے باوجود اس خاتون کے عظیم کردار پر فخر کرتے ہوئے آگے بڑھے اور خاتون کو اُٹھا لیا۔

اُس خاتون کے خاوند اور سسر نے روتے ہوئے کہا کہ اے عورت اور اے بیٹی تو نے ہمارا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ اللہ تعالٰے تجھے دنیا و آخرت میں عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائے۔

شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دختران ملت کو درد بھرے انداز میں عریانی و بے پردگی سے باز آنے کی تلقین کے بعد

ارشاد فرمایا :

اگر پندے زدر ویشے پذیری
ہزار اُمت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرے بگیری

یعنی اگر تو اس اقبال درویش کی ایک نصیحت قبول کرلے تو ہزاروں اُمتیں فنا ہو سکتی ہیں، تو فنا نہیں ہو سکتی۔ یعنی تو ہمیشہ زندہ رہے گی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا شیوہ اختیار کر اور زمانہ کی نگاہوں سے چھپ جا تاکہ تیری آغوش میں شبیر جیسے فرزند پرورش پاسکیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو آتے ہوئے دیکھا اُس سے خوشبو کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں۔ آپ نے اُسے فرمایا یا امتہ الجبار اے خداوند جبار کی بندی! کیا تو مسجد سے آرہی ہے۔ اُس نے کہا۔ جی ہاں آپ نے پوچھا۔ کیا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے محبوب حضرت ابوالقاسم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں خوشبو لگا کر جائے۔ جب تک کہ وہ گھر آکر غسل جنابت نہ کرلے۔

وہ عورتیں جو زرق برق بھڑکیلے لباس پہن کر اجنبی مردوں کے پاس آتی جاتی ہیں، وہ دختران اسلام اپنے متعلق اپنے پیارے نبی کا پیغام سن لیں۔ حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عورتیں جو آراستہ و پیراستہ ہو کر نامحرموں میں اترا اترا کر چلتی ہیں۔ قیامت کے دن وہ مجسم تاریکی ہوں گی جہاں نور کی ایک کرن تک نہ ہوگی۔

عورت اور گھر

نہ جانے سورج کب تخلیق ہوا۔ لیکن اس کی حدّت و تمازت آج بھی اُسی طرح ہے۔ زمین کی ساخت بھی بہت پُرانی ہے۔ لیکن اُسے اُس کے بوڑھے ہونے کا کوئی طعنہ نہیں دے سکتا۔ پانی روزِ ازل سے موجود ہے، لیکن اس کی افادیّت آج بھی اُسی طرح مسلم ہے۔ جتنی تخلیق کے پہلے روز تھی۔ یہ تمام اشیاء مادیاتی دنیا سے تعلق رکھتی ہیں اسی طرح قرآنِ پاک، خود باری تعالیٰ کا کلام ہے۔ جس کے زوال پذیر ہونے یا اُس کے اصول و ضوابط کے تبدیل ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے اصول جدید تقاضوں کی روشنی میں تبدیل نہیں ہو سکتے۔

قرآنِ پاک کی رُوحانی تعلیمات میں سے سچ بولنے کی جو اخلاقی قدر و اہمیت آج سے ہزاروں سال پہلے تھی، وہ آج بھی اتنی ہی اہم ہے۔ والدین اور اساتذہ کی اطاعت، عزت اور ادب و احترام روزِ اوّل سے آج تک مسلّم ہے۔ دنیا کا کوئی معاشرہ اس سے ذرّہ برابر انحراف نہیں کر سکتا۔ دورِ جدید کے تقاضے کچھ سے کچھ ہو جائیں جھُوٹوں پر لعنت تا ابد ہوتی رہے گی۔

فرمانِ الٰہی کے ایسے ہی غیر متبدل اخلاقی و روحانی اصولوں کی طرح عورتوں سے خصوصی خطاب بھی اُسی طرح اہم ہے اور غیر متبدل ہے۔ اس کی اہمیّت اور قدر و منزلت کسی بھی طرح کم نہیں ہو سکتی۔ قرآنِ پاک کے ذریعے خالقِ کائنات عورتوں سے مخاطب ہے۔ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ یعنیؔ اے عورتو! اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" کہ تمہارے حقیقی کردار کا حسن گھروں کی چار دیواری کے اندر ہی نکھرتا ہے۔

کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ انسانی تربیت کا سب سے پہلا مدرسہ و مکتب ماں کی گود ہے۔ بچے کی تعلیم کا آغاز ۵ سال کی عمر میں مدرسہ کی چار دیواری میں داخلے کے بعد سے نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا میں پہلا قدم رکھتے ہی اس کے کان میں زندگی کے مکمل لائحہ عمل اور پورے نظامِ زندگی کو اجمال کے ساتھ سنا دیا جاتا ہے۔ اُسے سب سے پہلی آواز جو سنائی دیتی ہے اس میں توحید و رسالت پر ایمان لا کر عقائد کی درستگی کا سبق دیا جاتا ہے حسنِ اعمال، حسنِ اخلاق، حسنِ معاشرت اور فلاح و کامرانی کے راز سے واقف کرانے کے لیے اذان کی صورت میں اس کے کان میں آواز ڈال کر اس کی تربیت کا آغاز کر دیا جاتا ہے۔ پھر ماں اپنی لوریوں میں اس سبق کو یاد کراتی رہتی ہے۔ ماں کی مقدس چھاتی سے جن جذبات کی لہریں اٹھتی ہیں، وہ بجلی کے کرنٹ کی طرح اس نونہال کے رگ و ریشہ میں سرایت کرتی جاتی ہیں ماں کی سوچ، مزاج، کردار و گفتار اور اخلاق و عادات کا اثر سب سے پہلے بچہ ہی قبول کرتا ہے۔ اگر اُسے یہ ماں سے نہ ملے تو وہ کہاں سے لے گا۔ اسی لیے حکمِ خداوندی قوم کے بچوں کی ماؤں سے جس طرح صدیوں پہلے مخاطب تھا۔ اسی طرح آج بھی مخاطب ہے کہ اے عورتو وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ یعنی تم صرف اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔

عورت ہی تو گھر کی رانی ہے۔ گھر کے سکون، نظم و ضبط اور امورِ خانہ داری کا زیادہ تر انحصار خاتونِ خانہ پر ہوتا ہے۔ گھریلو زندگی کے فطری تقاضے بطریقِ احسن صرف اسی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں کہ قرآنِ پاک کے صدیوں پرانے حکم کو آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور باعثِ فوز و فلاح سمجھتے ہوئے عورت اپنے ذہن میں بٹھا لے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کہ تم اپنے گھروں میں جمی رہو

فضائل نکاح

قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نکاح کرنے کا باقاعدہ حکم ارشاد فرمایا:
وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ یعنی اپنے غیر شادی شدہ افراد کی شادیاں کرو
اسی طرح وہ مستورات جو مطلقہ ہوجائیں یا بیوہ ہوجائیں اور خاوندوں کی
سرپرستی سے محروم ہوجائیں. اُن کے متعلق ان کے والدین اور سرپرستوں کو
خصوصی حکم دیا گیا وَلَا تَعْضُلُوْ هُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ مطلقہ
عورتوں کو اپنے خاوندوں سے نکاح سے نہ روکو۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے عظیم انسانوں
انبیاءِ کرام کے تذکرے میں بھی نکاح کا ذکر فرمایا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً یعنی اے محبوب ہم نے
آپ سے پہلے اپنے رسول بھیجے اُن کے لیے ہم نے بیویاں اور اولاد کے
رشتے قائم کیے. رب کریم نے اپنے نیک بندوں اور صالحین کی دعاؤں میں
سے ایک ایسی دعا کو بھی قرآنِ پاک میں جگہ عطا فرمائی ہے. جس میں صلحاءِ امت
نے اپنے لیے نیک، اچھی اور پارسا بیویوں اور بچوں کی دعا کی ہے. اللہ تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا
وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ. یعنی وہ عظیم لوگ جو دعاؤں میں التجا کرتے
ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ایسی بیویاں اور ایسے بچے عطا فرما، جو
ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں.

گویا مختلف انداز میں نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کنواروں کی شادی کرنے، مطلقہ اور بیوہ عورتوں کو نکاح ثانی کرنے کا حکم دینا، انبیاء کرام جیسی عظیم ہستیاں جن کا دنیا سے ذرا سا تعلق بھی صرف رضاء الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ ان کو بھی بیویاں اور اولاد دینے کا ذکر، حسین انداز میں کرنا پھر ان نیک و پارسا اور صالحین بندے جو ہر آن اس کی رضا کی خاطر علائق دنیا سے منہ موڑ چکے ہوتے ہیں۔ ان کی دعا بطور تحسین ذکر کرنا بھی نکاح کی ترغیب و ترہیب ہی کا سامان ہے۔

حدیثِ رسول کی روشنی میں

ذیل میں چند احادیثِ مقدسہ کا ذکر نکاح کی اہمیت کے اظہار کے لیے کافی ہوں گی۔

۱۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّیْ یعنی نکاح کرنا میری سُنت ہے۔ جس نے میری سُنت سے اعراض کیا یعنی منہ پھیرا اُس نے دراصل مجھ ہی سے منہ پھیرا

۲۔ تَنَاکَحُوْا تَکْثُرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی بِالْقِسْطِ یعنی نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا، خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے ہو۔

۳۔ معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِیَ النِّکَاحَ

فَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ۔ جو شخص میری سنت سے منہ پھیرے، وہ میرے طریقے پر نہیں ہے۔ نکاح کرنا میری سنت ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے، اُسے میری سنت پر عمل کرنا چاہیئے۔

اس حدیث کے دو مفہوم ہیں ایک یہ کہ جس شخص نے غفلت یا کوتاہی کی بنیاد پر میری سنت کو ترک کر دیا، وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں۔ دوسرا یہ مطلب ہے کہ جس شخص نے میری سنت کو حقیر اور بُرا جان کر ترک کیا وہ میرے دین اسلام پر نہیں ہے۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب تک انسان شادی نہ کرے اس کی عبادت مکمل نہیں ہوتی۔

۵۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر میری عمر میں دس روز بھی باقی ہوں گے تو میں نکاح کرنا ضرور پسند کروں گا۔ اس لیے کہ مَیں نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میری حاضری ایک غیر شادی شدہ شخص کی طرح ہو۔

نکاح کے فوائد

نکاح کے فضائل کے ساتھ ساتھ اگر اس کے فوائد پر غور کیا جائے تو احساس ہوتا ہے کہ یہ انسانی زندگی کا اہم لازمہ ہے بلکہ اس کے بغیر انسانی زندگی بے مقصد و بے معنی اور بے کیف نظر آتی ہے۔ اس کے بے شمار فوائد میں سے چند اہم فوائد جو عام فہم ہیں نقل کرتے ہیں۔

نکاح کے فوائد میں سب سے اہم فائدہ اولاد کا حصول ہے۔ قرآن و حدیث میں نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے اصل مقصد جسکی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ اولاد کا حصول ہے۔ نظامِ نسلِ انسانی کی افزائش اسی عمل پر منحصر ہے

نکاح محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اضافہ کا باعث ہے اور جس نے نکاح کرتے ہوئے یہ نیّت کی کہ وہ اپنے ہادی و مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی تکثیر کے لیے کوشش کرے گا۔ تو یہ فعل اس کے لیے خوشنودیٔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث بنے گا۔

نکاح کرنے والے مرد و عورت اپنی اولاد کی عمدہ تعلیم و تربیت کر کے مِلّت اسلامیہ اور وطنِ عزیز کے لیے اچھے شہری مہیّا کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات جن پر عمل پیرا ہونے کے لیے نکاح کرنا ضروری ہے اور رشتۂ ازدواجی میں منسلک ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ گھریلو زندگی سے ہوں یا معاشرتی و تمدّنی زندگی سے ہوں۔ نکاح کر کے میاں بیوی کو ان احکامات پر عمل کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ ورنہ اس صنف سے متعلق جملہ ارشادات کی تعمیل سے ہمیشہ محروم رہے گا۔

نکاح ایک ایسا فعل ہے جس کے کرنے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ اولاد مرحمت فرمائے تو دونوں میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت ربوبیت کے مظہر بننے کا شرف بھی ملتا ہے۔

نکاح ہی ایک ایسا راستہ ہے کہ اس سے جائز اولاد حاصل کی جا سکتی ہے اور یہی اولاد انسان کے بڑھاپے میں اس کا دست و بازو بن سکتی ہے جب کوئی پُرسانِ حال نہیں ہوتا۔ اس وقت اپنی ہی اولاد خبر گیری کرتی ہے۔

اولاد کی کم سنی میں اُن سے پیار و محبت کرنے سے انسان کا اپنے گھر میں دل لگا رہتا ہے وہ سارا دن محنت و مزدوری کر کے گھر جلدی پہنچنے

کی کوشش کرتا ہے۔ انہی بچوں کی وجہ سے گھر کی مرکزیت قائم رہتی ہے۔ اسی اولاد ہی کی وجہ سے باپ زیادہ سے زیادہ رزقِ حلال کمانے کی سعی و کوشش کرتا ہے۔ یہ زیادہ محنت مزدوری اگرچہ اس کے گھریلو معاملات کو درست رکھنے بچوں کی کفالت کرنے معاشرتی و معاشی مسائل کے حل کرنے اور تمدن میں عزت حاصل کرنے کا باعث ہے۔ بلکہ یہ ملک و ملت کی ترقی و عروج کا باعث بھی ہے۔ یہی ایک ایسا راستہ ہے کہ عورت کا گھر میں جی لگا رہتا ہے اور وہ اپنے بچوں کو دیکھ دیکھ جیتی ہے۔ یہی ماُمتا اُسے گھر سے وابستہ رکھتی ہے اور غیر کی طرف نگاہ اٹھانے پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔

بچوں کی تعلیم و تربیت اور کفالت انسان میں ہمدردی و الفت اور محبت کے جذبات بیدار ہوتے ہیں بچے ہی انسان کو معاشرے کے ساتھ تعلقات استوار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگر انسان نکاح ہی نہ کرے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہو تو وہ معاشرے میں اپنے آپ کو بے کار سمجھتے ہوئے تنہائی کے احساس ہی سے مر جاتا ہے۔

شادی بیاہ کے معاملات سے معاشرے میں وقار اور تعارف پیدا ہوتا ہے۔ نئے لوگوں سے شناسائی ہوتی ہے۔ تجربات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اچھے اور برے کی تمیز ہوتی ہے۔

اگر اولاد بچپن میں فوت ہو جائے تو بھی وہ ذریعہ نجات بنتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک ناتمام یعنی کچے بچے کے ماں باپ کو اللہ کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں داخل کرے گا تو بچہ اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا۔ پھر کہا جائے گا اے جھگڑالو

ناتمام بچے جا اپنے ماں باپ کو جنّت میں داخل کر دے۔ پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔

ماں باپ کی بہترین تعلیم و تربیت سے اولاد زندگی بھر جو نیکیاں کرے گی، اس کا اجر ماں باپ کو بھی ملے گا اور معاشرے کو بھی سکون میسر آئے گا۔ اولاد کی نیکیوں سے بسا اوقات ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک قبرستان سے گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک صاحبِ قبر عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے۔ لیکن جب دوسری دفعہ وہاں سے گزر ہوا تو اسی صاحب کو قبر میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نوری طباق لیے اس کے حضور کھڑے ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا، تو پروردگار کائنات نے وحی نازل فرمائی کہ اے عیسٰی یہ شخص بہت گناہ گار و بدکار تھا۔ اس لیے جب سے یہ مرا ہے۔ جہنم کے عذاب میں گرفتار ہے۔ جب یہ فوت ہُوا تو اس کی بیوی اُمید سے تھی۔ اُس کے ہاں بچہ پیدا ہُوا۔ بچہ سنِ شعور کو پہنچا تو بچے کی ماں نے اُسے مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ وہاں اُستاد نے اُسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی۔ جب بچے نے میرے نام سے اور رحمٰن و رحیم کی صفت سے اپنے علم کا آغاز کیا تو مجھے حیاء آئی کہ میں اُس شخص کو زمین کے اندر عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر مجھے رحمٰن و رحیم کہہ کہہ پکار رہا ہے۔

نکاح ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے انسانی فطرت کے لازمی تقاضے جذبۂ شہوانی کی تسکین ہوتی ہے۔ اور وہ شیطان کے شر و فساد سے محفوظ

رہتا ہے۔ اسی طرح ہر قسم کی شہوانی خرابی کا سدِ باب ہوجاتا ہے۔ انسان کی نظر پاک ہوجاتی ہے اور ہر دو کی شرمگاہیں گناہ سے بچی رہتی ہیں۔ حضور رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نکاح کرتا ہے۔ وہ اپنے نصف ایمان کو محفوظ کر لیتا ہے۔ بغیر نکاح کے زندگی بسر کرنے والے کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں ہوتی۔ بلکہ مہذب معاشرے میں ایسے شخص کو تو کوئی مکان بھی کرائے پر دینے کے لیے آسانی سے رضامند نہیں ہوتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔ شائد اس لیے کہ بیوی مرد کی زندگی کے جملہ معاملات میں رفیق ہوتی ہے۔ محرم راز ہوتی ہے۔ مونس و غم گسار ہوتی ہے۔ ذہنی و جسمانی قرب جتنا انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔

یہ نکاح ہی کے فوائد میں سے ہے کہ انسان کی قوتِ عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس پر بیوی اور بچیوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق و فرائض اس کے ساتھ متعلق ہوجاتے ہیں۔ وہ ان کی بہتری کے لیے شب و روز محنت کرتا ہے۔ ان کو ہر ممکن برائی سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلکہ ان کے لیے نیکی اور اچھائی میں معاون بنتا ہے۔ اکثر اوقات اولاد کی ناخوشگوار باتوں پر صبر کرتا ہے اور صبر کا اجر و ثواب علیحدہ ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کی سعادت ملتی ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ یعنی اپنے آپ کو اور اپنے اہلِ خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ حضور سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھتا ہو، کثیر العیال ہو اور مال و دولت بھی اس کے پاس

کم ہو اور وہ مسلمان کی غیبت بھی نہ کرتا ہو، وہ شخص اور میں دونوں جنت میں ایک ساتھ ہوں گے۔

نکاح کرنے سے بیوی سے انس و محبت ملتی ہے اور زندگی کے ایک غم خوار ساتھی کی رفاقت میسّر آتی ہے۔ معاشرے میں ایک باوقار مقام ملتا ہے اولاد کی نعمت ملتی ہے۔ اولاد کی تربیت کرنے سے دنیوی و اخروی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں۔ صرف اپنے لیے جینا تو کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ انسان دوسروں کے لیے زندگی وقف کردے اور یہ اعزاز نکاح کے بغیر ملنا دشوار ہے۔

نکاح

نکاح کے معنے ملانے اور جمع کرنے کے ہیں۔ اس طرح ملانا یا جمع کرنا جس طرح سُرمہ آنکھوں میں گھل مل جاتا ہے۔ چنانچہ عربی کا ایک محاورہ ہے نَکَحَ النُّعَاسُ یعنی نیند اس کی آنکھوں میں گھل مل گئی یا جس طرح بارش کے قطرے زمین کے اندر جذب ہو جاتے ہیں۔ جیسے محاورہ ہے نَکَحَ الْمَطَرُ الْاَرْضَ یعنی بارش کا پانی زمین میں خوب جذب ہو گیا۔ یہ فقرہ اس وقت بولتے ہیں جب بارش کا پانی زمین کی بالائی خشک سطح سے نیچے گذر کر زمین کی نمی تک پہنچ جائے۔

ان مثالوں کے بعد سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآنِ کریم نے مرد و عورت کی عائلی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس میں نکاح سے کیا مراد ہے۔ اس سے مراد میاں بیوی کا باہمی ایسا گہرا تعلق جیسا آنکھ اور نیند کا ہوتا ہے اور ایک دوسرے میں یوں جذب ہو جانا جس طرح بارش کا پانی زمین کی گہرائیوں میں جذب ہو جاتا ہے ایسا تعلق عمر بھر کے لیے ہے۔ چند لمحات چند دنوں یا مہینوں سالوں کے لیے نہیں اور یہ تعلق اُسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے یا قائم رہ سکتا ہے۔ جب

میاں بیوی میں فکر و نظر کی کامل ہم آہنگی ہو. دونوں کا ذوق و مزاج، خیالات و تصورات، نظریات و معتقدات کی یک جہتی ہو. یہ نکاح کی بنیادی شرط و خصوصیت ہے. قرآنِ پاک میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ ۴/۳

"یعنی تم ان عورتوں سے نکاح کرو، جو تمہیں پسند ہوں" . دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۴/۱۹

یعنی اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم عورتوں کے جبراً وارث بن جاؤ. عرب لوگ عورت کو مردہ شخص کے مال کی طرح اپنی میراث سمجھتے تھے اور وہ بسا اوقات وراثت میں تقسیم ہوتی تھی. اس لیے اس کی ممانعت کر دی گئی کہ یہ عورت مردہ کے مال کی طرح موروثی مال نہیں کہ اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی تم اس کے جبراً مالک بن جاؤ، بلکہ اُسے عقد و نکاح میں لانے سے پہلے باہمی رضامندی ضروری ہے۔

قرآنِ پاک کی رو سے نکاح ایک مسلمان، بالغ صاحبِ عقل و شعور و ہوش لڑکے اور لڑکی کا باہمی یہ معاہدہ ہے کہ وہ ان تمام حقوق و فرائض کے ساتھ زندگی بسر کریں گے. جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں نافذ کیے ہیں. اللہ تعالیٰ نے نکاح و عقد کے لیے کسی تقریب کی پابندی نہیں لگائی اور نہ رسم و رواج کی شرط عائد کی ہے. یہ رسم و رواج کی تقریبیں معاشرتی زندگی کا حصہ ہیں. البتہ بعد میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاہدہ کی شہادت بھی ہو جائے اور اس معاہدہ کو کہیں درج بھی کر لیا جائے۔

چونکہ نسلِ انسانی کی بقا نکاح پر موقوف ہے اور آدمی کی طبعی خواہش بھی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور اس کے احکامات کی تفصیل بیان کی ہے۔ حضور نبیٔ رحمت معلمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کی ترغیب دی ہے اور اس کے فوائد و قواعد ارشاد فرمائے ہیں۔

بخاری و مسلم شریف میں ایک حدیث پاک مرقوم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کر سکتا ہے وہ نکاح کرے۔ اس لیے کہ نکاح بُری نظر سے اور بُرے کام سے بچاتا ہے اور جس کا نکاح نہ ہو سکے وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے اور فرمایا۔ جو خدا سے پاک صاف ہو کر ملنا چاہتا ہے۔ وہ آزاد عورت سے نکاح کرے، اور فرمایا، جو میرے طریقے کو دوست رکھے، وہ میری سنت پر عمل کرے اور میری سنت نکاح سے ہے۔ مزید فرمایا۔ نکاح میری سنت ہے اور جس نے ہماری سنت سے منہ موڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور فرمایا۔ دنیا کی سب سے اچھی پونجی نیک عورت ہے اور فرمایا، جو اتنا مال رکھتا ہو کہ نکاح کرلے پھر نکاح نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں

نکاح کیلئے چند ضروری شرائط

(۱) مرد و عورت ہر دو کا مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) گواہ ہونا (گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں (۵) ایجاب و قبول یعنی بصورت بالغ ہونے کے دونوں کی باہمی رضامندی شرط ہے۔

وہ عورتیں جن سے نکاح جائز نہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

"تم پر حرام کی گئی ہیں، تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں۔

اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، تمہاری
وہ مائیں بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری
وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری
بیویوں کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہیں، ان بیویوں سے جن کے ساتھ
تم نے صحبت کی ہو۔ اگر تم نے اپنی بیویوں سے صحبت نہ کی ہو، تو تم پر کوئی گناہ
نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں جو بیٹے تمہاری نسل سے
ہیں اور تم پر وہ بہنیں جو رضاعی ہوں یا نسبی ایک ساتھ رکھنا بھی حرام ہے
لیکن جو پہلے ہو چکا، ہو چکا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے
والا ہے، اور وہ عورتیں جو شوہر والیاں ہیں۔ مگر وہ (نہیں) جو تمہاری مملوک ہو
جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے۔ ان عورتوں کے سوا اور
عورتیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ یعنی یہ کہ تم ان کو اپنے مالوں کے
ذریعے سے چاہو۔ اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔ پھر جس
طریق سے تم ان عورتوں سے منتفع ہوئے ہو۔ سو ان کو مہر دو جو کچھ مقرر کر چکے ہو۔
اور مقرر ہونے کے بعد بھی جس پر تم باہم رضامند ہو جاؤ۔ اس میں تم پر کوئی گناہ
نہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔" (سورۂ نساء ۲۳/۲۴)

جن عورتوں سے نکاح حرام ہے

نسب کے اعتبار سے جو عورتیں حرام ہیں اور ان سے نکاح نہیں ہو سکتا۔
ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔
ماں، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔
۱۔ ماں سے مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد سے یہ ہے۔ کسی واسطے یا بغیر

کسی واسطے کے۔ لہٰذا دادی، نانی، پردادی، پرنانی چاہے کتنے اوپر واسطے ہوں یہ سب حرام ہیں۔

۲۔ بیٹی سے مراد وہ عورت ہے جو اس کی اولاد ہے اور اس میں پوتی، نواسی اور اس سے نیچے جتنے رشتے ہیں، حرام ہیں۔

۳۔ بہن چاہے حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے، یا سوتیلی ہو یعنی یا تو باپ ایک ہے اور مائیں مختلف ہیں۔ یا ماں ایک ہے اور باپ مختلف ہیں سب حرام ہیں۔

۴۔ باپ، دادا، دادی، ماں نانی وغیرہ اصول کی پھوپھیاں یا خالائیں، اپنی پھوپھی اور خالہ کے حکم میں ہیں، چاہے یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی۔ اسی طرح پھوپھی کی پھوپھی اور خالہ کی خالہ بھی حرام ہے۔

۵۔ بھتیجی اور بھانجی سے مراد بھائی اور بہن کی اولاد ہے۔ ان کی پوتیاں اور نواسیاں بھی اسی حکم میں ہیں۔

۶۔ زنا سے پیدا شدہ بیٹی، پوتی، بہن، بھتیجی، بھانجی بھی اسی حکم میں ہیں اور حرام ہیں۔

۷۔ جس عورت سے اس کے شوہر نے لعان کیا۔ اگرچہ اس کی لڑکی اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگی۔ اس شخص پر وہ لڑکی حرام ہوگی۔

نوٹ :۔ لعان کی تعریف و تفصیل کے لیے علیحدہ باب باندھا گیا ہے۔

وہ عورتیں جو جمع نہیں ہوسکتیں

حرمت کی ایک وجہ بیوی کی بہن کا رشتہ ہے کہ اُن میں سے ایک تو

نہ دے دے۔ یا وہ فوت نہ ہو جائے۔ اگر طلاق دے دے تو عورت کی عدت گذرنے کے بعد دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ جو عورتیں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں، اُن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ جن عورتوں کا آپس میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ایک مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہو۔ جیسے (۱) دو بہنیں، کہ اگر ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو دونوں بہن بھائی لگیں گے اور بہن بھائی کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

۲۔ پھوپھی بھتیجی کہ ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہو۔ ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔

۳۔ خالہ بھانجی، کہ اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو خالہ بھانجے کا رشتہ ہو گا۔ یہ بھی نکاح حرام ہے۔

دوسری حرمت نسب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دودھ کے رشتے کے ساتھ ہے۔ یعنی رضاعت کی وجہ سے حرام ہے۔ اگر دودھ کے بھی اسی طرح کے مذکورہ رشتے ہوں، جب بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے۔

حرمت بوجہ شرک

عورت سے نکاح کے حرام ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت مشرکہ ہو۔ اسی طرح مسلمان عورت کا نکاح کسی دوسرے مذہب کے مرد سے نہیں ہو سکتا۔ مرتد مرد سے مسلمان عورت کا اور مسلمان مرد کا مرتد عورت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ایک مرد ایک وقت میں چند شرائط کے ساتھ چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے۔ اگر وہ شرائط پوری نہیں کر سکتا تو نکاح ثانی ثالث رابع نہیں کر سکتا

متعہ حرام ہے۔ نکاح کے لیے وقت معیّن کرنا بھی منع ہے کہ ہم اتنے دن ہفتے، مہینے یا سال کے لیے نکاح کرتے ہیں یہ ممنوع ہے۔

مہر کے مسائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ ۴/۲۴

"یعنی پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔ البتہ مہر کی قرارداد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان اگر کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم و دانا ہے"۔

ایک اور جگہ پر ارشاد ہے:

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا۔

"یعنی عورتوں کو اُن کے مہر خوشی سے دو۔ پھر اگر وہ خوش دلی سے اس میں سے کچھ دے دیں تو اُسے خوشی و مسرّت سے کھا سکتے ہو۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مہر کتنا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حضورؐ کا اپنی ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا یعنی پانچ سو درہم تھا (مسلم شریف)

نجاشی شاہ حبش رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور ان کا مہر چار ہزار درہم خود ادا کیا۔ (ابو داؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ لیکن مہر مقرر نہیں کیا۔ خلوت صحیحہ سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عورت کو (ایسی صورت میں) مہر مثل ملے گا۔ کم نہ زیادہ۔ اس عورت پر (چار ماہ دس دن) کی عدت بھی ہوگی۔ اور اس کو وراثت بھی ملے گی۔ حضرت معقل بن مستان اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بردع بنتِ واشق کے بارے میں ایسا ہی حکم ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت معقل بن مستان کی یہ شہادت سُن کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ حق مہر ادا نہیں کرے گا، وہ جس روز مرے گا زانی مرے گا، اور جس کسی نے کوئی چیز خریدی، اور یہ نیت ہو کہ وہ اس کے بدلے اُسے کچھ نہ دے گا، تو وہ جس دن مرے گا وہ خائن مرے گا اور خائن جہنم میں داخل ہو گا۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ کی روشنی میں مہر کی اہمیت واضح ہو گئی ہے۔ مہر مرد کے ذمہ واجب الادا ہے اور مرد کو بہر صورت ادا کرنا ہے۔ اس کی کم از کم مقدار دس درہم ہے اور زیادہ حیثیت کے مطابق

ہے۔ اگر بوجوہ مہر بوقت نکاح مقرر نہیں کیا گیا یا اس کی مقدار کا تعین نہیں ہُوا تو بھی مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔ مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے کسی عورت سے نکاح کرنا زنا کے مترادف ہے۔ اس لیے مرد پر لازم ہے کہ وہ کسی عورت سے نکاح کرتے ہوئے حق مہر مقرر کرے۔ مہر دے کر واپس لینا بھی جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ "اور رخصت کرتے وقت تمہارے لیے ایسا کرنا جائز نہیں کہ جو کچھ تم اپنی عورتوں کو دے چکے ہو۔ اس میں سے کچھ واپس لے لو۔"

گویا شوہر اپنی بیوی کو جو مہر، زیور اور کپڑے وغیرہ ادا کر چکا ہے، اُس میں سے کوئی چیز اُسے مانگنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ بات ویسے بھی اسلام کے اخلاقی اصولوں کے خلاف ہے کہ کوئی شخص کسی ایسی چیز کو واپس مانگے جو وہ کسی کو ہبہ کر چکا ہے یا ہدیہ دے چکا ہے۔ یا تحفہ کے طور پر دے چکا ہے اس ذلیل حرکت کو حضور نبی کریم رحمت عالم اور معلم اخلاق حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کتے کے فعل سے تشبیہ دی ہے جو اپنی ہی قے کو خود چاٹ لے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ ایک شوہر کے لیے تو بہت ہی شرمناک بات ہے کہ طلاق دے کر رخصت کرتے ہوئے اپنی بیوی سے وہ سب کچھ واپس لے لے جو اُسے خود دیا ہو۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ اگر تم عورت کو چھوڑ رہے ہو، تو اُسے بھلے طریقے سے کچھ دے دلا کر رخصت کرو۔

مادی انسان کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ مہر یا دوسری اشیاء تھوڑی بہت ہوں تو چلو معاف کر دیں، اور دے دلا کر رخصت کر دیں۔ لیکن زیادہ تو نہیں دیا جا سکتا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ ۴ / ۲۰-۲۱

اگر تم اپنی ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تو جو مال تم اُسے دے چکے ہو خواہ وہ ڈھیر سارا ہی مال کیوں نہ ہو۔ اس میں سے کچھ واپس نہیں لینا چاہیئے۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح ظلم کرکے اُس سے واپس لے لوگے اور آخر تم اُس سے کس طرح واپس لے لوگے۔ جب کہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو۔ اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہے

امام رازی فرماتے ہیں کہ زمانہ جہالت کی ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی آدمی دوسری شادی کرنا چاہتا تو وہ پہلی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا۔ اس طرح اس کو مجبور کر دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو کچھ مال دے کر طلاق حاصل کرلے۔ اس سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔ یورپ آج بھی وہی کر رہا ہے جو اسلام سے پہلے جاہل عرب کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہلیت خواہ نئی یا پُرانی ہو دونوں کا مزاج ایک ہی ہوتا ہے۔

بعض لوگ شاطر و چالاک ہوتے ہیں، وہ کوئی گناہ اپنے سر لینا نہیں چاہتے بلکہ عورت کو تنگ کرتے ہیں۔ ذلیل و رسوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ خود ہی اس بات پر آمادہ ہو جائے، کہ کچھ نہ کچھ دے کر طلاق حاصل کرلے۔ اسی تصور کی گذشتہ آیہ مبارکہ میں تردید کی گئی ہے۔ مزید ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ ۴ / ۱۹

"اور تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے۔ کہ انہیں تنگ کرکے اس مہر کا کچھ حصہ اڑا لینے کی کوشش کرو۔ جو تم انہیں دے چکے ہو، بلکہ مہر کے متعلق خوش دلی کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا ○ ۴/۴

اور عورتوں کو مہر خوش دلی سے فرض جانتے ہوئے ادا کرو۔ البتہ اگر وہ خوشی سے مہر کا کچھ حصہ تمہیں معاف کر دیں تو تم اسے مزے سے کھا سکتے ہو۔

مہر لینے اور دینے کے معاملے میں جو وسیع خلق و مروّت کا جذبہ اسلام پیش کرتا ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل آیہ مبارکہ کے حوالے سے واضح ہے۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ ۲/۲۳۷

"اور اگر تم ہاتھ لگانے سے پہلے عورتوں کو طلاق دے دو، اور مہر مقرر ہو چکا ہو تو اس صورت میں نصف مہر دینا ہو گا۔ یہ بات ہے کہ عورت نرمی برتے (اور مہر نہ لے) یا وہ مرد جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے وہ نرمی سے کام لے (اور پورا مہر دے دے) اور تم مرد نرمی سے کام لو، تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ آپس کے معاملات میں فیاضی کو نہ بھولو۔ تمہارے اعمال کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں خلق و مروّت کا جو سبق دیا جا رہا ہے وہ کس قدر واضح ہے کہ حالات اس قدر کشیدہ ہیں کہ باہمی ناراضگی یا غلط فہمی

کی وجہ سے طلاق تک نوبت آچکی ہے۔ لیکن قرآن اپنے ماننے والوں مرد و عورت ہر دو کو ان بگڑے ہوئے حالات میں بھی حسن خلق کا مظاہرہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے اُس حسن سلوک کی قدر نہیں کرتا اور اس کی مہربانی کا اعتراف نہیں کرتا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ تمہارا رب تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔ اگر وہ راضی ہوگیا تو پھر اور کیا چاہیئے۔

مہر دے کر واپس نہیں لیا جاسکتا۔

اگرچہ اس کا مختصر تذکرہ گذشتہ سطور میں ہو چکا ہے: تاہم ایک حدیث لعان کے حوالے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک واضح ارشاد کا نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جوڑے کو ملاعنت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا حساب اب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ تم میں ایک بہرحال جھوٹا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے فرمایا لَا سَبِیْلَ لَکَ عَلَیْھَا۔ یعنی اب یہ عورت جس پر تو نے الزام تراشی کی ہے یہ تمہاری نہیں رہی۔ اور تو اس پر کوئی حق نہیں جما سکتا اور تم کسی قسم کی دست درازی یا دوسری انتقامی کارروائی کرنے کے مجاز نہیں ہو۔ مرد نے کہا۔ میرا مال تو مجھے دلوا دیجئے جو اسے میں دے چکا ہوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا لَا مَالَ لَکَ اِنْ کُنْتَ صَدَقْتَ عَلَیْھَا فَھُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِھَا وَاِنْ کُنْتَ کَذَبْتَ عَلَیْھَا فَذَالِکَ اَبْعَدُ وَاَبْعَدُ لَکَ یعنی اب مال واپس لینے کا تمہیں کوئی حق نہیں اگر تُو نے اس پر سچا الزام لگایا ہے۔ تو وہ مال اس لذت کے بدلے میں ہے جو تو نے حلال کر کے اس سے اٹھائی ہے۔

اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو مال تجھ سے اور بھی دور چلا گیا۔

اس حدیث کی رو سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حق مہر یا کچھ مال وغیرہ عورت کو ادا کرنے کے بعد واپس لینا کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔ قرآنِ پاک مہر ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۔ ۴/۲۴

"لہٰذا جو لطف تم نے اُن سے اٹھایا ہے، اُن کے جو مہر مقرر ہیں انہیں دے دو، اور اگر تم آپس میں مقرر کئے ہوئے حق مہر کے بعد کسی بات پر راضی ہو جاؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ علیم و حکیم ہے"

یعنی اگر بیوی کے ساتھ مباشرت یا خلوت صحیحہ ہو جائے تو سارا مہر ادا کرنا لازم ہے۔ اگر اس سے پیشتر ہی جُدائی ہو جائے، تو نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

مسائل:

۱۔ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وَلَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشَرَةٍ مہر دس درہم سے کم نہیں۔

۲۔ اگر مہر کی رقم مقرر نہیں تو مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

۳۔ اگر کسی شخص نے خلوت اور مباشرت سے قبل طلاق دے دی تو عورت کو مقرر شدہ مہر کا نصف ملے گا۔ اس کے علاوہ عورت کو تین کپڑے بھی ملیں گے جو عورت عموماً پہنتی ہے قمیض، دوپٹہ اور چادر وغیرہ۔ البتہ اس میں مرد کی حیثیت ضرور دیکھی جائے گی۔

۴۔ اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کا مہر مقرر نہ ہوا۔ بعد میں انہوں نے

باہمی رضامندی سے کوئی رقم مقرر کرلی تو عورت کو وہی رقم ملے گی جو انہوں نے مقرّر کی. خواہ مرد نے مباشرت کی ہو اور مر جائے اور اگر اس نے مباشرت سے پہلے ہی طلاق دے دی تو ایسے میں عورت صرف تین کپڑوں کی حقدار ہوگی۔

۵۔ اگر عورت اپنے مہر میں کچھ تخفیف کردے تو یہ تخفیف صحیح ہوگی کیونکہ مہر عورت کا حق شرعی ہے۔

۶۔ اگر کسی شوہر کو اپنی بیوی کے تنہائی میسّر ہو اور وہاں کوئی حسی طبعی، یا شرعی رکاوٹ بھی نہ ہو. جو اُسے مباشرت سے منع کرے۔ ایسی خلوت صحیحہ کے بعد اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو عورت کو پورا مہر ملے گا۔

۷۔ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی شخص کے ساتھ اس شرط پر کرے کہ وہ اپنی بہن کا نکاح اُس سے کردے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا معاوضہ ٹھہرے (جیسے ہمارے ہاں وٹہ سٹہ کہتے ہیں) اور مہر مقرّر نہ کیا جائے تو دونوں کا عقد تو جائز ہو جائے گا۔ لیکن ہر دو اشخاص کو مہر مثل ادا کرنا ہوگا۔

۸۔ عورت کے مہرِ مثل کو اس کی بہنوں، پھوپھیوں، چچا کی بیٹیوں کے مہر پر قیاس کیا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق کہ عورت کو اپنی قوم کی عورتوں کے مطابق مہر ملے گا اور اس میں کوئی کمی بیشی روا نہ ہوگی۔ قوم کی عورتوں سے مراد باپ کے رشتہ دار ہیں۔

۹۔ حضرت امام محمّد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کو مہر وصول کرنے سے پہلے اپنے قریب آنے سے

روک دے۔

۱۰ مرد اپنی بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور اپنے اہل وعیال کی ملاقات کرنے سے منع نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ پورا مہرِ مؤجل ادا نہ کر دے۔

۱۱۔ اگر مہر مؤجل ہو یعنی تاخیری ہو تو عورت مرد کو اپنے سے روک نہیں سکتی۔ کہ وہ یا اس کے وکیل مہر مؤجل پر رضامند ہو چکے ہیں۔

۱۲۔ لڑکی کا باپ یا ولی وسرپرست لڑکے کی طرف سے مہر کی ضمانت لے سکتا ہے۔ کیونکہ ولی ضمانت والزام کی اہلیت رکھتا ہے اور مہر ایسی چیز ہے جس کی ضمانت دی جاسکتی ہے۔

۱۳۔ اگر مرد پورے مہر کی ادائیگی کر دے، تو وہ عورت کو جہاں چاہے لے جاسکتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ کہ تم جہاں سکونت پذیر ہو وہیں اپنی بیویوں کو ٹھہراؤ۔

۱۴۔ عرفِ عام میں بتیس روپے دس آنے حق مہر مشہور ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ کم از کم حق مہر دس درہم ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ دولہن دولہا کی حیثیت کے مطابق مہر باندھا جائے۔ بتیس روپے دس آنے حق مہر دورِ حاضر میں بچیوں کے ساتھ ناروا زیادتی ہے۔

عورت کی اہم ذمہ داریاں

چونکہ یہ کتاب صرف عورتوں کے مسائل سے متعلق ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہُوا کہ عورت کی معاشرتی زندگی سے متعلق کچھ معلومات فراہم کر دی جائیں۔ شادی کے بعد عورت کا سب سے زیادہ قریبی تعلق اپنے خاوند سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے فضل سے ہر دو زن و شوہر کا دل مل جائے تو پوری زندگی جنّت کا گھوارہ بن جائے، اور اگر دونوں کی طبیعت اور مزاج میں فرق ہو یا مزاج میں ہم آہنگی نہ ہو سکے تو پوری زندگی ایک مسلسل عذاب بن جاتی ہے۔ اس لیے اگر مرد و عورت باہم یہ سوچ لیں کہ یہ زندگی بھر کا ملاپ جو اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے، اس کو نبھانا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاملات درست نہ ہوں۔ مرد اپنے فرائض اور عورت کے حقوق کا خیال رکھے اور عورت اپنے فرائض اور شوہر کے حقوق پورے کرے تو یقیناً یہ زندگی بھر آرام و سکون کا سایہ اپنے گھر میں دیکھیں گے۔ ان معاملات کو بہتر بنانے کے لیے عورت کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے ہم یہاں عورت کی ذمہ داریوں سے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی عورت کا

شوہر کسی جائز بات سے ناراض ہو جائے تو نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک بار حضورِ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی نے دریافت کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ فرمائیے کہ سب سے بہترین عورت کونسی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ عورت جس کا شوہر اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو جائے اور جب کوئی بات کرے تو اس کو تسلیم کرے اور اپنی جان و مال سے متعلق کوئی ایسی بات نہ کرے، جس سے وہ ناراض ہو جائے۔ عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی نفلی روزہ نہ رکھے۔ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے۔ اپنے رشتہ دار کے گھر جانا ہو یا کسی غیر کے گھر جانا ہو تو جانے سے پہلے اپنے شوہر کی رضامندی حاصل کرلے۔ عورت کی بھلائی اسی میں ہے کہ آخرت کا سکون اور راحت لوٹنے کے لیے تھوڑی اور مختصر دُنیوی زندگی کی تکالیف برداشت کرلے۔

اکثر اوقات دیکھا ہے کہ بعض عورتیں کچھ ایسی باتیں غصّے میں آکر کہہ دیتی ہیں جو شوہر کے دل میں میل پیدا کر دیتی ہیں۔ کوئی طعنہ دے دیا۔ بے موقع زبان چلادی۔ غصّہ میں جلی کٹی سنا دی۔ نتیجتہً جب شوہر کے دل سے اُتر گئی، تو پھر زندگی بھر کا رونا مقدّر ٹھہرا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر کسی جلی کٹی بات یا طعنہ سے دل ٹوٹ جائے۔ پھر اس کی معافی مانگ کر راضی بھی کر لیا جائے تو اکثر معافی کے باوجود بات دل سے نہیں جاتی۔ اگر دوبارہ کوئی تلخی پیدا ہوئی تو وہ بات پھر تازہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے بہتری اسی میں ہے کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے۔ لیکن اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز نہیں کہ شوہر نیک کام سے روکے، نماز پڑھنے سے باز رکھّے، فرضی روزہ سے منع کرے، تو رُک جائے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

ان معاملات میں شوہر کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستان سعدی میں ایک شعر میں عورت کی تین صفات بیان فرمائی ہیں اور کہا ہے کہ اگر عورت میں یہ تین صفات موجود ہوں تو مرد فقیر کو بھی بادشاہ بنا دیتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

زنِ خوب و فرمانبرد پارسا — کند مرد درویش را پادشاہ

اگر عورت خوبصورت ہو، فرمانبردار ہو اور نیک بھی ہو تو اپنے شوہر درویش و فقیر کو بادشاہ بنا سکتی ہے۔ یعنی جتنا لطف بادشاہ اپنی بادشاہی سے حاصل کرتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اپنی بیوی کے ان اوصاف کی وجہ سے لطف حاصل کر سکتا ہے۔ ان تین اوصاف میں سے پہلا وصف اختیاری نہیں باقی دو اختیاری ہیں۔ اگر عورت آخری دو صفات اپنے اندر پیدا کرلے تو پہلی صفت خوبصورتی کے بغیر بھی گذارا ہو جاتا ہے۔ لیکن پہلی صفت خوبصورتی ہو اور فرمانبرداری اور نیکی نہ ہو تو ایسی صورت میں پہلی صفت کسی کام نہیں آتی۔ بلکہ دنیا میں اکثر بدنامی کا باعث بنتی ہے۔ اور آخرت میں عذابِ الٰہی کا موجب بھی بنے گی۔

عظمتِ عورت

جو چیز جتنی زیادہ آزمائش میں سے گذرتی ہے۔ اتنی ہی شان و منزلت میں بڑھ جاتی ہے۔ لوہا۔ ڈھلائی تپ اور پگھل کر ہی قیمتی اوزار کی شکل اختیار کرتا ہے۔ سونا چاندی اگرچہ قیمتی دھاتیں ہیں۔ لیکن جب تک انہیں صاف کرنے کے لئے آگ کی بھٹی میں نہیں ڈالا جاتا۔ اس وقت تک کسی

کے گلے کا ہار بھی تو نہیں بن سکتیں. میں سمجھتا ہوں. عورت کا کردار سونے چاندی سے ہزار ہا گنا زیادہ قیمتی ہے کہ سونا صرف ایک دفعہ بھٹی میں پگھل کر صاف ہوا اور زیور کی شکل اختیار کر کے محبوب کے گلے کا ہار بن گیا۔ لیکن عورت کو زندگی بھر پگھلنا ہوتا ہے۔ اگر اس پگھلنے میں صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے، تو اس کی عظمت کا کوئی ٹھکانہ نہیں. پھر اللہ تعالےٰ اسے ماں کے مرتبے پر فائز کر کے دنیا ہی میں جنت اس کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ ذرا عورت کی زندگی پر اور اس کے فرائض پر نگاہ ڈالیں پھر اس کی شان و منزلت کا تصور بھی کر لیں۔

فرائض عورت:

۱۔ شوہر کی حیثیت سے بڑھ کر خرچ نہ مانگنا۔

۲۔ جو کچھ میسّر آئے اسی پر صبر و شکر سے گذارا کرنا۔

۳۔ کوئی زیور یا کوئی چیز پسند آجائے اور خاوند کے حالات اجازت نہ دیتے ہوں تو رضائے الٰہی کے لیے اس چیز کی طلب نہ کرنا۔

۴۔ خاوند کے امیر ہوتے ہوئے بھی کسی چیز کی فرمائش نہ کرنا اور جو کچھ شوہر لے آئے اسی پر اکتفا کرنا، خود فرمائش کر کے نظروں سے نہ گرنا۔

۵۔ اگر شوہر کسی پسند کا پوچھے، تو اتنا ہی بتانا جتنی اس کی حیثیت ہو۔

۶۔ اگر مرضی کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو بہتر موقع و محل کی تلاش میں وقت کو ٹال دینا۔

۷۔ اگر شوہر کے گھر میں کوئی تکلیف ہو تو اس کا شکوہ کسی غیر سے نہ کرنا، کہ اپنا پردہ کسی کے سامنے کیوں کھولا جائے۔

۸۔ طبیعت ناساز ہوتے ہوئے بھی شوہر کے گھر میں آنے کے وقت

خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، خندہ پیشانی سے اس طرح پیش آنا کہ اس کے سارے دن کی تھکن دور ہو جائے۔

۹۔ شوہر کے والدین کی عزت و تکریم اپنے ہی والدین کی طرح کرنا۔

ان میں سے ہر بات اگرچہ صرف لکھنے اور کہنے کی حد تک تو بہت خوبصورت ہے لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے تو اس جیسی کڑوی چیز کوئی نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورت کو بہت عزت بخشی۔ خوبصورت اولاد کے پھولوں سے اس کی جھولی بھری۔ گھر کی مالکن بنایا۔ جان نچھاور کرنے والا شوہر بخشا۔ صبر و سکون کی دولت سے مالا مال کیا اور اخروی زندگی میں عظمت کا تاج اس کے سر پر پہنایا۔

شیر خوار بچوں کی تربیت

بچے ماں کی مامتا کو سکون بخشتے ہیں۔ سارا دن گھر میں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ یہ ایسے پھول ہیں کہ ان جیسی خوشبو دنیا کے کسی پھول میں نہیں۔ ان پھولوں کی رکھوالی اور دیکھ بھال کے لیے والدین میں سے زیادہ ذمہ داری والدہ پر ہے۔ تعلیم یافتہ باپ کی اولاد تو جاہل و گنوار بھی رہ سکتی ہے لیکن تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ماں کی اولاد جاہل و گنوار اور بے ادب و گستاخ نہیں ہو سکتی۔ ہم ان سطور میں ان سلیقہ شعار ماؤں کے لیے کچھ مشورے درج کرتے ہیں۔ اگر ان کو سامنے رکھا جائے تو اولاد کبھی نافرمان اور گستاخ نہ ہو گی۔ بلکہ ان کے لیے، گھر کے لیے اور پورے ملک و ملت کے لیے قیمتی سرمایہ کی حیثیت سے سامنے آئے گی۔ وہ راہنما اصول درج ذیل ہیں۔

۱۔ بچے کو دودھ پلانے کے اوقات مقرر کیے جائیں۔ ان اوقات میں

ہی دودھ پلایا جائے۔ یہ نہیں کہ جب بھی بچہ روئے دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اس سے بچے کا معدہ خراب ہو جاتا ہے۔ ضروری نہیں کہ بچہ بھوک کی وجہ سے رو رہا ہو۔ اس کے رونے کی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے

۲۔ دودھ پلاتے ہوئے پاک صاف ہونا بہت ضروری ہے۔ دودھ پلاتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ لینی چاہیئے۔ اس سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے۔

۳۔ بچے کی لوریوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے نام شامل کریں اور وطن کی محبت کے گیت سنائے جائیں۔ تاکہ بچے میں فطرتاً جراُت و ہمت پیدا ہو اور مجاہدانہ صفات کی انگیخت ہو۔

۴۔ بچوں کے نام بامعنی، پیارے اور خوبصورت ہوں اور انہیں ناموں سے پکارا جائے۔ اُلٹے سیدھے ناموں سے نہ بلایا جائے اور نہ ہی بگاڑے جائیں۔ نام کی نسبت اللہ رب العزت اور پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہو۔ آج کل ماڈرن بے معنی نام رکھنے کا رواج عام ہے جو کسی صورت بھی بہتر نہیں۔

۵۔ بچہ سات دن کا ہو جائے تو اس کا خوبصورت نام رکھا جائے۔ اس کے سر کے بال کاٹے جائیں۔ سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی راہِ خدا میں دی جائے۔ یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔ ختنے کرائے جائیں۔

۶۔ بچے کو ایسی جگہ رکھیں جہاں نہ زیادہ روشنی ہو اور نہ زیادہ اندھیرا۔ زیادہ روشنی میں نظر کمزور ہو جاتی ہے اور اندھیرے میں بچے کا رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے۔

۷۔ بچے کو زیادہ دیر ایک کروٹ نہ لٹائیں اور کسی چیز پر مسلسل نظر نہ جمانے دیں کہ اس سے بھینگے پن کا خدشہ ہے۔ بعض بچوں کی گردن ٹیڑھی دیکھی

گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بچہ مسلسل ایک کروٹ لیٹا رہا اور ماں نے بھی توجہ نہ دی، نتیجتہً کوئی مسل کمزور ہو گیا اور گردن ٹیڑھی ہو گئی۔

۸۔ بچوں کے سر کے نیچے چاولوں کا تکیہ رکھا جائے۔ گاہے گاہے سر کو چاروں طرف سے دبایا جائے، تاکہ سر کی ساخت درست رہے۔

۹۔ بچے کے لیے سب سے بہتر دودھ ماں کا ہے۔ بچے کے لیے سب سے زیادہ پاکیزہ، مفید اور طاقت بخش دوا یہی ہے۔ تندرست ماں اگر خالی پستان بھی بچے کے منہ میں دے دے تو بھی بہت مفید ہے۔

۱۰۔ بچہ چار سال چار ماہ اور چار دن کا ہو جائے، تو اللہ کے نیک بندوں کی سُنت کے مطابق کسی نیک سیرت شخص سے بسم اللہ کرائی جائے یعنی باقاعدہ اہتمام کے ساتھ کسی نیک شخص سے اس کی تعلیم کا کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرا دیا جائے۔ پھر باقاعدہ تعلیم کا آغاز پانچ سال کی عمر کے بعد کیا جائے۔

۱۱۔ بعض والدین اپنے بچوں کو آیاؤں کے سپرد کر دیتے ہیں یا ڈے کیئر سنٹروں میں چھوڑ کر خود دولت کے حصول میں یا کلبوں میں کھیل کود کے لیے چلے جاتے ہیں۔ اس سے بچوں میں فطرتاً ماں باپ سے وہ محبت پیدا نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے۔

۱۲۔ بچہ تعلیم کے حصول کی عمر کو پہنچے، تو اُسے قرآنِ پاک کی تعلیم دیں نماز یاد کرائیں، کلمات طیبات یاد کرائے جائیں، اس کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کے گُن گائے جائیں کہ اس کے ذہن میں عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو اور وہ حضور سے

اپنے دل میں فطری لگاؤ محسوس کرے کہ آپؐ ہی جانِ ایمان ہیں۔ آپ کی ذات کی عظمت و محبت دل میں سمائے بغیر عبادات کی مقبولیت ممکن نہیں۔

۱۳۔ بچہ سات سال کا ہو جائے تو والد صاحب کو چاہیے کہ بچے کو اپنے ساتھ بڑے اہتمام سے مسجد میں لے جایا کریں تاکہ بچے میں نماز پڑھنے کی عادت پڑے اور مسجد سے تعلق قائم ہو کہ مسجد ہی ہمارا مرکزی نقطہ ہے۔

۱۴۔ بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کے لیے مجبور کیا جائے، اگر وہ نہ پڑھے تو اس پر سختی کی جائے۔ بعض لوگ بچوں پر سختی کرنے کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ تربیت کا یہ ایک حصہ ہے بچے کو خوش رکھ کر بہتر نہیں بنایا جاسکتا۔ البتہ بہتر بنا کر ساری زندگی کے لیے خوش رکھا جاسکتا ہے۔

۱۵۔ علم حاصل کرنا مرد عورت کے لیے فرض ہے۔ لیکن ہر دو کا علم جدا جدا ہے۔ بچیوں کو وہ علم دیا جائے جو انہیں گھریلو زندگی بہتر بنانے میں معاون ہو اور بچے کو وہ علم دیا جائے جو اس کی دینی، معاشرتی، تمدنی اور ملکی و ملی مسائل سے آشنا کرے، اور ان کو حل کرنے کی صلاحیت پیدا کرے بچیوں کو ابتداً سورہ النساء اور سورہ آل عمران، سورہ النور، پڑھائی جائیں۔ ان کے رموز و اسرار، مطالب و معانی سے واقفیت کرائی جائے تاکہ بچی کی زندگی ہمیشہ کے لیے خوش گوار رہ سکے۔

۱۶۔ بعض لوگ بچوں کو سکول میں داخل کروا کر یوں مطمئن ہو جاتے ہیں جیسے لیٹر بکس میں خط ڈال کر لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ بس اب پہنچ جائے گا۔ حالانکہ بچوں کا معاملہ خط کی طرح نہیں ہوتا۔ بچے کی

نگرانی بہت ضروری ہے۔ اس کے اساتذہ کرام سے رابطہ رکھیں۔
سکول اور مدرسہ کا خیال رکھیں۔ حسبِ استطاعت اساتذہ کی
خدمت کریں۔
اکثر دیکھا گیا ہے۔ بچے کا نام بوجہ کثرتِ غیر حاضری سکول سے خارج ہو
چکا ہوتا ہے اور ماں باپ کو خبر ہی نہیں۔ وہ سارا سال گھر سے تیار ہو کر نکلتا
رہا۔ فیس اور یومیہ خرچہ بھی لیتا رہا۔ لیکن سارا دن چار آنے کی کرایہ کی
سہولت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر بھر کی خاک چھانتا رہا۔ حتیٰ کہ ماں
باپ کو پاس ہونے کا مژدہ بھی سناتا رہا۔ ماں باپ کو اپنے لچھن سے اتنی
بے خبری کی سزا یہ ملتی ہے کہ وہ بچہ زندگی بھر کے لیے آوارہ ہو جاتا ہے۔
والدین کے لیے بھی مصیبت اور معاشرے کے لیے بھی ناسور۔
بعض والدین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جی ہم روزی کمائیں یا بچوں کے
پیچھے جائیں، تو بندہ سوال کرتا ہے کہ اگر بچہ خدا نخواستہ بیمار ہو جائے تو
اُسے ڈاکٹر اور ہسپتال تک لے جانے اور اس کے علاج کے لیے وقت
کیسے نکل آتا ہے۔ اگر جسم کی حفاظت کے لیے مجبوراً وقت نکالنا پڑتا ہے
تو اس کی روحانی تربیت کے لیے ہم کیوں وقت نہیں نکال سکتے۔

۱۷۔ بچوں کے سامنے وہ اخلاق پیش کیا جائے جس کی ہم اُن سے توقع رکھتے
ہیں۔ اگر ہم خود اپنا کردار ان کے سامنے پیش نہیں کرتے، تو ان سے
کیوں توقع کریں۔ بچہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ جس بات کا مجھے حکم دیا
جا رہا ہے، اگر یہ اتنی ہی اہم ہوتی جتنی کہ بتائی جا رہی ہے تو میرے
والدین خود اس پر عامل کیوں نہ ہوتے۔

۱۸۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ اس وقت معاشرے میں نوجوان طبقہ

ایک نئی نسل کے طور پر ہمارے سامنے آرہا ہے۔ اس کے بگاڑ میں ہم والدین کا حصہ بھی ہے۔ کچھ کوتاہیاں ہم سے ضرور ہوئی ہیں، جس کے نتائج بے راہ رو نسل کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔

۱۹۔ آغوشِ مادر بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہے۔ اس لیے بچے کی پرورش، تربیت اور نشوونما میں ماں کا بہت بڑا کردار ہے۔ ماں کیلئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنا ازبس ضروری ہے۔

بچہ اور ماں کا دودھ

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ بچے کے لئے بہترین خوراک ماں کا دودھ ہے۔ اس سے بہتر دنیا کی کوئی خوراک نہیں۔ اس لیے سب سے پہلے شوہر پر لازم ہے کہ وہ بچے کی ماں کی صحت وتندرستی اس کی خوراک اور آرام و سکون کا خصوصی خیال رکھے اور اس سلسلہ میں چند ضرور احتیاطیں سامنے رکھیں

۱۔ اگر کسی عورت کے دودھ کم آتا ہے اور بچے کی ضرورت پوری نہ کرتا ہو تو ماں کو چاہیئے کہ وہ خود زیادہ دودھ نوش کرے۔ حلال جانوروں کا مغز کھائے، مرغ کا شوربہ پیئے، یا پانچ گرام کلونجی پھانک کر دودھ پیئے اور گاجر کا حلوا کھائے۔

۲۔ دودھ پلانے والی عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی خوراک میں ان چیزوں کو کم کردیں، جن سے دودھ کم ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً: ساگ، رائی، پودینہ وغیرہ یہ دودھ کو خراب کرتے ہیں۔ مزید مشورہ کیلئے حکماء واطباء سے رابطہ قائم کریں۔

۳۔ بچے کو دودھ دو سال تک پلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی مدت

مقرر فرمائی ہے۔ اس سے زیادہ دودھ پلانا بچے کی صحت کے لیے
بھی مضر ہے اور ماں کی صحت پر بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۴۔ بعض مائیں آج کل بچے کو دودھ پلانے سے گریز کرتی ہیں اور محسوس کرتی ہیں کہ دودھ پلانے سے ان کے قدرتی اعضاء کے حسن میں فرق پڑتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دودھ نہ پلانے سے صحت خراب ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے اکثر چھاتی کا سرطان ہوجاتا ہے۔ جو بہت ہی نامراد مرض ہے۔

۵۔ بچے کے دودھ چھڑانے کے دن قریب آئیں یا بچہ کچھ کھانے پینے لگے تو خیال رکھیں کہ بچہ کوئی سخت چیز بے دھیانی میں منہ میں نہ ڈال لے۔ اس سے مسوڑھے زخمی ہونے کا اندیشہ ہے اور دانت نکلنے میں بھی تکلیف ہوسکتی ہے۔

۶۔ بعض اوقات دودھ چھوڑتے وقت بچے بڑی تکلیف محسوس کرتے ہیں، ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں۔ ایسی صورت میں بچے کے سر اور گردن پر تیل کی مالش کریں۔

۷۔ بچے میں جب بولنے کی صلاحیت پیدا ہونے لگے تو کبھی کبھی زبان کی جڑ (کوے کے پاس) کو انگلی سے آہستہ آہستہ مل دیا کریں۔ اس ترکیب سے بچہ جلدی اور صاف بولنے لگتا ہے۔

۸۔ شیر خوارگی کی عمر اور اس کے بعد سات سال کی عمر تک اپنی حیثیت کے مطابق جتنی بہتر خوراک ممکن ہوسکے، بچے کو اور بچے کی ماں کو دیں کہ اس عمر کی خوراک اور بنی ہوئی صحت ساری زندگی کام دیتی ہے۔ خاص طور پر سردی کے موسم میں میوہ اور تل کے لڈو کھلائے

جائیں، ناریل اور مصری کھانے سے بھی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے بچے رات کو بستر پر پیشاب نہیں کرتے۔

۹۔ بعض والدین بچوں کو بعض چیزوں سے ڈراتے ہیں۔ کبھی کہہ دیا کتّا آیا کبھی کہہ دیتے ہیں سپاہی مارے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے بچے کا دل کمزور ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ بچے کے ہاتھ سے بہن بھائیوں کو چیزیں دلائیں۔ فقیر یا سائل کو بھی بچے کے ہاتھ سے کچھ نہ کچھ ضرور دلوائیں۔ اس سے بچے میں بخل اور کنجوسی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ سخاوت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔ بچے کے سامنے زیادہ کھانے والوں کا تذکرہ اس انداز سے کریں کہ بچہ خود بخود اس سے پرہیز کی طرف مائل ہو۔ بسیار خوری کے ذکر میں کسی کا نام نہ لیا جائے کہ فلاں فلاں زیادہ کھاتا ہے بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ کھانے والے کو لوگ حیوان کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۔ بچے کے ضدی ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی ہر خواہش پوری کر دی جاتی ہے جب کوئی خواہش پوری نہ ہو تو وہ ضد کر کے پوری کرا لیتا ہے۔ اس سے بچہ اور بگڑ جاتا ہے۔ اس لیے بچے کی ہر ضد پوری نہ کی جائے۔

۱۳۔ سورج غروب ہونے کے بعد بچوں کو گھر سے باہر نکلنے سے باز رکھیں۔ بچّے زیادہ تر گھر میں رہیں اور والدین کی نظر میں رہیں۔

۱۴۔ جب تک بچیاں سنِ بلوغ کو نہیں پہنچ جاتیں اس وقت تک انہیں زیور نہ پہنایا جائے تو بہتر ہے۔ ایک تو زیور سے ان کی اپنی حفاظت مخدوش ہو جائے گی اور دوسرا بچپنے ہی سے زیور و آرائش کا شوق

مناسب نہیں۔

۱۵۔ اگر دس سال کی عمر تک بچے پہنچ جائیں تو ان کے بستر الگ کر دیے جائیں، انھیں اکٹھا سونے نہ دیا جائے۔

۱۶۔ بچوں کو اپنے اسلاف کی کہانیاں سنائی جائیں، صحابہ کرام، اولیاء عظام اور بزرگانِ دین کی پاکیزہ زندگی کے واقعات بچوں کی تربیت کا اہم حصہ ہیں۔ گالی دینے، چغلی کھانے، حرص، لالچ، غصہ، جھوٹ اور حسد وغیرہ سے بچوں کو نفرت دلاتے رہیں۔ تاکہ بچے میں یہ عادات پیدا نہ ہو جائیں

۱۷۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کھیل کا انتظام بھی بہت ضروری ہے کھیل جسمانی نشوونما اور ذہنی بالیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ جو بچے کھیل میں دلچسپی نہیں لیتے وہ اکثر بیمار رہتے ہیں۔ لیکن کھیل ایسا ہو جو خطرناک نہ ہو اور زیادہ قیمتی نہ ہو۔

۱۸۔ بچے کو کھانے کے طریقے، ہاتھ دھو کر کھانا، بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا، دائیں ہاتھ سے کھانا، بھوک لگے تو کھانا، بھوک ابھی باقی ہو تو کھانا چھوڑ دینا، کھانے کے بعد دعائے مسنونہ پڑھنا، ہاتھ منہ دھونا، خلال کرنا، مسواک کرنا وغیرہ بتایا جائے۔ محفل میں بیٹھنے کے آداب بڑوں کو سلام کرنے کی عادت، کسی کو کوئی چیز پیش کرنے کا انداز، کسی سے کوئی چیز لے کر شکریہ ادا کرنے کی عادت وغیرہ۔ یہ آدابِ زندگی ابتدائے زندگی ہی میں اگر بچے کے ذہن میں نقش ہو جائیں تو زندگی بھر کے لیے نیک نامی کا سبب ہوں گے۔

بچیوں کو گھریلو امور میں دلچسپی لینے کی عادت ڈالیں، کھانا پکانا۔ سینا

پرونا، کپڑے دھونا اور گھر کی صفائی وغیرہ۔ وہ امور ہیں جن سے بچیوں کا واقف ہونا بہت ضروری ہے۔

کسی اچھے کام کرنے پر بچوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ممکن ہو تو چھوٹے موٹے انعامات دیے جائیں۔ اس طرح ان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور مزید آگے بڑھنے کی صلاحیتیں جنم لیتی ہیں۔

اگر بچے میں کوئی بری بات دیکھیں تو حوصلہ شکنی کریں۔ اس سے نفرت دلائیں اور آئندہ اس کام سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر سرزنش کی ضرورت محسوس کریں تو ضرور کریں۔

غرض بچیوں کی تربیت جس انداز سے ہوگی وہ انداز زندگی میں ان کا ساتھی ہوگا۔ ماں باپ اور خاندان کی عزت کا سہرا اس کی بہتر تربیت پر ہے

حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل

"اللہ تعالیٰ کے مقدس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تو اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ وہ گندی چیز ہے۔ لہٰذا تم لوگ حیض کے وقت عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت نہ کیا کرو۔ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔ جس جگہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے"

پارہ ۲، رکوع ۱۲

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حیض ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ حیض والی عورت سے مجامعت شرعاً حرام ہے اور اطباء نے اس حالت میں مجامعت کرنے کو بے شمار بیماریوں کا سبب قرار دیا ہے۔

حیض، استحاضہ اور نفاس کی پہچان

بہت سی عورتیں ناواقفیت کی بناء پر حیض، استحاضہ اور نفاس ان تینوں کے فرق سے واقف نہیں ہوتیں۔ بعض عورتیں حیض اور استحاضہ کو ایک ہی سمجھ لیتی ہیں اور اسی مغالطہ میں نماز روزہ وغیرہ چھوڑ دیتی ہیں۔ اس لیے پہلے ان تینوں میں فرق واضح ہو جائے، تاکہ نماز روزہ چھوڑنے کے گناہ سے

محفوظ رہا جا ے۔

حیض :۔ حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ہر مہینہ پیشاب کی راہ سے آئے۔ حیض کی حالت میں عورت پر نماز معاف ہے اور روزہ رکھنے کی اجازت نہیں جب حیض سے فارغ ہوجائے تو روزہ کی قضا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے عورت پر احسان فرمایا کہ نماز حیض کی حالت میں معاف کردی اور اس کی قضا نہیں رکھی۔ ورنہ عورت ہر ماہ زیادہ سے زیادہ دس روز کی نمازوں کی قضا کرتی۔ چونکہ یہ عورت کے لیے بڑا تکلیف دہ مسئلہ تھا اس لیے معاف کردیا۔ لیکن چونکہ روزے سال بھر میں ایک دفعہ آتے ہیں اور ایک ہی دفعہ قضا ہوتے ہیں۔ ان کی قضا کسی وقت بھی ہوسکتی ہے۔ اس لیے روزہ کی قضا لازمی قرار دے دی گئی۔ یعنی جب عورت حیض سے فارغ ہوجائے اور جتنے روز روزہ نہ رکھ سکی، اُتنے دن کے روزے رکھ لے۔

استحاضہ :۔ یہ ایک بیماری ہے جس کی وجہ سے خون آنے لگتا ہے۔ اس خون کا حکم نکسیر کے خون کی طرح ہے۔ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، وضو دوبارہ کرلیں۔ ایسی حالت میں نہ نماز معاف ہے اور نہ روزہ۔ ایسی حالت میں عورت سے قربت بھی جائز ہے۔

نفاس :۔ یہ اس خون کا نام ہے جو عورت کے بچّہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔ نفاس کی حالت میں بھی حیض کی طرح نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا منع ہے۔

حیض کے مسائل (۱) حیض کی مدّت کم از کم تین دن اور تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے۔ اگر اس سے کم یا اس سے زیادہ خون آئے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

۲- خون آتے ہوئے ابھی تین دن ہوئے، لیکن تین راتیں پوری نہیں ہوئیں اور خون بند ہوگیا تو یہ حیض نہیں استحاضہ ہے۔

۳- حیض کے دنوں میں سُرخ، زرد، سبز، خاکی یا سیاہ جس رنگ کا بھی خون آئے وہ حیض ہے۔ جب تک گدی سفید نظر نہ آئے اور جب بالکل سفید ہوگئی یعنی خون کا داغ تک نہ آیا۔ تو حیض سے پاک ہوگئی۔ اب غسل کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

۴- نو سال کی عمر سے پہلے اور پچپن برس کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا۔ اگر نو برس سے پہلے آجائے تو وہ بھی حیض نہیں، استحاضہ ہے۔

۵- حمل کے زمانہ میں اگر خون آجائے تو وہ بھی حیض نہیں۔

۶- کسی کو خون آنا شروع ہوا تو خون آنے کے دن سے لے کر دس دن رات تک جو خون آیا، وہ حیض ہے۔ اس کے بعد والا خون حیض نہیں۔

۷- اگر کسی عورت کو عام طور پر چار دن حیض آتا تھا۔ اتفاق سے ایک مہینہ میں پانچ دن آگیا۔ اس کے بعد دوسرے مہینے پندرہ دن۔ تو ان پندرہ دنوں میں سے پانچ دن حیض کے شمار کئے جائیں گے اور دس دن استحاضہ کے، چار دن کی عادت کا اعتبار نہ ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ عادت بدل گئی ہے۔

۸- ایک عورت کی کوئی عادت مقرر نہیں، کسی ماہ چار دن، کسی ماہ سات دن کسی مہینہ دس دن بھی آتا ہے تو یہ سب حیض ہے۔ ایسی عورت کو اگر دس دن سے زیادہ خون آئے تو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ اس مہینہ سے پہلے مہینہ کتنے دن حیض آیا تھا۔ اس گذشتہ ماہ کے حساب سے اتنے ہی دن حیض کے شمار ہوں گے، باقی استحاضہ کے شمار ہوں گے۔

۹- اگر کسی لڑکی کو پہلے پہل حیض آیا تو اگر دس دن یا اس سے کم دن خون

آیا تو یہ سب حیض ہے۔ اگر اس سے زیادہ آئے تو استحاضہ ہے۔
۱۰۔ دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدّت کم از کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

حائضہ کے لیے ممنوعات

۱۔ حیض کے دنوں میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا منع ہے۔ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ان ایام کی نماز معاف ہے۔ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا نہیں جبکہ روزہ کی قضا ہے۔ پاک ہونے کے بعد روزے رکھنا ہوں گے۔

۲۔ فرض نماز پڑھتے پڑھتے حیض آگیا تو وہ نماز ختم کر دے۔ اب یہ نماز معاف ہوگئی۔ پاک ہونے کے بعد اس نماز کی قضا نہیں پڑھی جائے گی اور اگر نفل یا سنت پڑھتے ہوئے حیض آگیا تو اس کی قضا پڑھنی پڑے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرض نماز تو اس حالت میں معاف ہے جبکہ نفل اور سُنت نیّت باندھنے کے بعد لازم ہوئے۔ اس لیے اگر کسی وجہ سے نفل یا سنت نماز کی نیت باندھنے کے بعد نماز فاسد ہو جائے تو اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ اسی لیے حیض کے بعد ان کی قضا لازم ہوگی۔

۳۔ اگر روزہ رکھا ہُوا تھا اور آدھا روزہ گذرنے کے بعد حیض آیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ پاک ہونے کے بعد اس کی بھی قضا ہوگی۔

۴۔ اگر کسی عورت کے حیض کی عادت پانچ دن تھی۔ لیکن چار دن آکر بند ہو گیا، تو غسل کر کے نماز پڑھنا واجب ہے۔ لیکن صحبت کرنا درست نہیں۔

جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں۔ ہو سکتا ہے پھر خون آجائے۔

۵۔ حیض کے دنوں میں شوہر کے ساتھ سوائے صحبت کے کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا اور لیٹنا جائز ہے تاوقتیکہ مباشرت اور جماع کا خطرہ نہ ہو۔ مگر آجکل اس سے پرہیز لازم اور بچنا بہتر ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں کو اب نفس پر قابو نہیں رہا۔

۶۔ اگر پورے دس دن رات خون آ کر بند ہو گیا اور ابھی غسل نہیں کیا تو بغیر غسل کے صحبت جائز ہے۔ البتہ بغیر غسل کے نماز جائز نہیں۔

۷۔ اگر کسی عورت کو تین دن حیض کی عادت تھی، لیکن کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو اس کو چاہیئے کہ غسل کرے، نہ نماز پڑھے۔ اگر پورے دس دن اور دس راتیں یا اس سے کم میں کسی دن بھی خون بند ہو گیا تو ان سب دنوں کی نماز معاف ہے یعنی ان دنوں کی نمازوں کی قضا نہیں ہے اور تصور یہ کریں گے کہ عادت بدل گئی ہے۔ اس لیے یہ سب دن حیض کے ہوں گے۔
اور اگر گیارھویں دن بھی خون آگیا تو پھر یہ سمجھا جائے گا کہ حیض کے دن تین ہی تھے۔ باقی سب استحاضہ ہے۔ لہٰذا گیارھویں دن نہا کر سات دن کی نمازیں قضا کرے۔

۸۔ پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کے وقت میں صرف اتنا وقت باقی تھا کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی تھی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ تب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس وقت کی نماز غسل کر کے قضا کرے۔

۹۔ رمضان شریف کے مہینہ میں دن کو پاک ہوئی تو پاک ہونے کے بعد کچھ

کھانا پینا جائز نہیں۔ شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ لیکن روزہ داروں کی طرح بھوکا پیاسا رہنے سے یہ روزہ شمار نہ ہوگا، بلکہ اس کے بدلہ میں روزہ قضا رکھنا پڑے گا۔

۱۰۔ رمضان شریف میں پورے دس دن رات گذرنے کے بعد حیض بند ہوا تو اگر اتنی سی رات باقی تھی جس میں ایک بار اللہ اکبر کہہ سکتی تھی تب بھی صبح کا روزہ فرض ہے۔

۱۱۔ اگر اتنی رات باقی تھی کہ پھرتی سے غسل کر سکتی، لیکن غسل کے بعد ایک مرتبہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ سکی، تب بھی اگلے دن کا روزہ واجب ہے۔

۱۲۔ اتنی رات باقی تھی کہ غسل کر سکتی تھی لیکن نہیں کیا تو بغیر غسل کئے ہی روزہ کی نیت کرے اور صبح غسل کر لے۔ اگر صبح صادق سے پہلے اتنا وقت نہ تھا کہ غسل کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں۔ لیکن سارا دن کھاتے پیئے بغیر گزارے، اس کے بعد اس روزہ کی قضا رکھے۔

ان کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں۔ بوقتِ ضرورت شادی شدہ مستورات اپنے خاوندوں کے ذریعے علماء کرام سے معلوم کر لیں۔

نفاس کے مسائل

۱۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے رحم سے جو خون آتا ہے اس کا نام نفاس ہے۔ اس خون آنے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہے اور کم کی کوئی مقدار نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک آدھ گھنٹے خون آ کر بند ہو گیا، تو وہ بھی نفاس ہے۔

۲۔ اگر عورت کو چالیس دن سے زیادہ خون آیا تو ان میں چالیس دن نفاس

کے شمار ہوں گے اور چالیس سے اوپر کے دن استحاضہ کے شمار ہونگے۔ اس لیے ایسی صورت میں چالیس دن گذرنے کے بعد غسل کر کے نماز پڑھنی چاہیئے۔ خون بند ہونے کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے۔
مگر یہ مسئلہ صرف اس عورت کے لیے ہے۔ جس کا پہلا بچہ ہو۔ اور اگر ایسی عورت ہے جس کے پہلے بھی بچہ پیدا ہو چکا ہے اور اس کو اپنی پہلی عادت معلوم ہے تو اس حساب سے جتنے دن نفاس کا خون آتا ہے شمار کرے، باقی زائد دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔

۳۔ نفاس میں بھی حیض کی طرح نماز معاف ہے۔ روزہ معاف نہیں۔ نفاس سے فارغ ہونے کے بعد غسل کر کے ان ایام کے روزے رکھے۔

۴۔ اگر کسی عورت کا بچہ پیدا ہونے کے بعد تیس دن نفاس کا خون آنے کی عادت ہے۔ لیکن کسی بچہ پیدا ہونے کے بعد تیس دن گذر گئے اور خون بند نہیں ہوا تو غسل نہ کرے۔ اگر چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہی شمار ہو گا اور اگر چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو تیس دن نفاس کے باقی دن استحاضہ کے شمار ہوں گے۔ استحاضہ کے دنوں کی نمازوں کی قضا پڑھنی پڑے گی جب چالیس دن سے زیادہ ہو جائیں تو پھر خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے، بلکہ غسل کر کے نماز پڑھنی شروع کر دے۔

۵۔ اگر کسی عورت کا حمل گر گیا تو اگر بچے کا آدھا عضو بن گیا ہو تو اس وقت جو خون آئے، وہ بھی نفاس کا خون ہو گا اور اگر بچے کا عضو نہیں بنا، صرف گوشت ہی گوشت ہے، تو گرنے کے بعد اگر تین دن خون آئے تو اس کو حیض سمجھا جائے گا۔ تین دن سے کم تو استحاضہ۔

۶۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہیں آیا، تب بھی پاک ہونے

کے لیے غسل کرنا واجب ہے۔

حیض و نفاس والی عورت کے لیے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے مسائل

۱۔ عاقل بالغ عورت مرد کے لیے بغیر وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ البتہ ایسے کپڑے کے ساتھ ہاتھ لگا سکتے ہیں یا پکڑ سکتے ہیں جو بدن سے علیٰحدہ ہو۔ جیسے تولیہ رومال وغیرہ اور اگر چادر یا دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہو تو اس سے ہاتھ لگانا جائز نہیں کیونکہ یہ اس کے بدن سے ملے ہوتے ہیں۔ (بحر الرائق)

۲۔ حیض و نفاس والی عورت نہ تو قرآن پاک کی تلاوت کر سکتی ہے اور نہ قرآنِ کریم کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔ البتہ اگر کوئی خاص مجبوری ہو تو اس وقت تیمم کر کے ہاتھ لگا سکتی ہے۔

۳۔ حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا، یا بغیر غلاف کے قرآن پاک کو ہاتھ لگانا، مسجد میں داخل ہونا اور جماع کرنا حرام ہے۔

۴۔ کسی طشتری یا روپے پیسے میں یا تعویز میں یا کسی اور چیز میں قرآن پاک کی آیہ مبارکہ لکھی ہو اور وہ کھلی ہوئی ہو تو حیض و نفاس یا ناپاکی کی حالت میں ان چیزوں کو چھونا منع ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں پر کوئی کپڑا چڑھا ہوا ہو یا کسی چیز میں بند ہوں تو اس وقت ہاتھ لگانا منع نہیں۔

۵۔ سورۂ فاتحہ دعا کی نیت سے یا جو دعائیں قرآنِ پاک میں موجود ہیں جیسے رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یا اس جیسی قرآنی دعائیں ہیں

ان کو دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے۔

۶۔ حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں دعاءِ قنوت پڑھنا جائز ہے۔

۷۔ کلمہ اور درود شریف پڑھنا یا استغفار پڑھنا یا خدا کا نام لینا یا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا جائز ہے۔ لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ یہ اذکار دل میں کیے جائیں۔

۸۔ حیض و نفاس کے ایام میں مستحب یہ ہے کہ جب کسی نماز کا وقت آئے تو اس وقت وضو کر کے مصلّے پر بیٹھ جائے اور تھوڑی دیر کے لیے اللہ اللہ کر لیا کرے۔ یا اللّٰہُ یا رَحْمٰنُ یا رَحِیْمُ یا کَرِیْمُ جیسے کلمات پڑھ لیا کرے۔ تاکہ نماز کی عادت بھی نہ چھوٹے۔ اہلِ خانہ اور بچوں کو بھی نماز پڑھنے کی اہمیت کا احساس ہوتا رہے اور دوسرا پاک ہونے کے بعد نماز کے ارادہ سے دل نہ گھبرائے۔

۹۔ اگر کوئی عورت بچوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دیتی ہو تو حیض و نفاس کی حالت میں ہجے کرا کر پڑھا سکتی ہے اور اگر رواں پڑھا جائے تو پوری آیت نہ پڑھے، بلکہ ایک دو لفظ پڑھے اور سانس توڑ دے، پھر ایسے پڑھے اور سانس توڑ دے، یعنی کاٹ کاٹ کر پڑھا جائے۔

۱۰۔ جنابت اور ناپاکی کی حالت میں ہاتھ منہ دھو کر کھانا پینا جائز ہے۔

حیض و نفاس اور امراضِ رحم میں مبتلا عورتوں کے لیے ضروری ہدایات اور مجرب نسخے

چونکہ عورت فطرتاً شرم و حیا کا پتلا ہوتی ہے۔ اسے اگر کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اسے معمولی سمجھتے ہوئے نظر انداز کر دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے

کہ مرض بڑھ کر شدت اختیار کر جاتا ہے اور گھر کے متعلقہ افراد کیلئے پریشانی
کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے جب ایسی صورت پیش آجائے اور عورت
شادی شدہ ہو تو اُسے چاہیئے کہ اپنے خاوند کو بتائے، اگر شادی شدہ نہ ہو تو
اپنی والدہ یا سہیلی کو بتلائے۔ تندرستی ہزار نعمت ہے۔ اس نعمت کے چھن جانے
سے کوئی نعمت اچھی نہیں لگتی۔ انسان تندرست ہو تو اس کی طبع خود فرحت
محسوس کرتی ہے۔ عبادت میں دل لذّت محسوس کرتا ہے۔ نیک کام کرنے کو
جی چاہتا ہے۔ کھانے پینے کا لطف بھی تندرستی سے وابستہ ہے۔ گھر کے کام
کاج خوش اسلوبی سے سرانجام پاتے ہیں۔ اس لیے تندرستی کو برقرار رکھنے کی
تدبیر اس نیت سے کرنا کہ عبادت بھی ہے اور دینی ضرورت بھی — تو یہ
عبادت تصور کیا جائے گا۔ خصوصاً عورتوں کا ایسی باتوں کا جاننا اور ان سے
واقفیت حاصل کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ بزرگ خواتین اور بزرگ ماؤں کو
چاہیے کہ وہ بہو بیٹیوں کے مسائل سے صرف نظر نہ فرمائیں۔ بلکہ ان کی مشفقانہ
رہنمائی فرمائیں تاکہ بچیاں لاعلمی یا شرم وحیا کی وجہ سے کسی مستقل تکلیف کا
شکار نہ ہو جائیں۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں اور ان کی گود میں بچوں کی پرورش
اور تربیت ہوتی ہے۔ بچے اپنے بچپنے کی وجہ سے نفع و نقصان کو نہیں سمجھ سکتے۔ جو
عورتیں ان مسائل اور ان کے عوامل سے واقف نہیں ہوتیں ان کے بچے اکثر
بیمار ہوتے ہیں۔

اس لیے مناسب سمجھا گیا ہے کہ کچھ ضروری ہدایات، تدابیر اور کچھ مفید و
مجرب نسخے درج کر دیے جائیں۔ یہ نسخے اور ادویات ایسی ہیں کہ خدانخواستہ
تجویز اور تشخیص میں کچھ غلطی بھی ہو جائے تو بھی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ بات
ذہن نشین ہونی چاہیئے کہ عورتوں کے جسم میں ناف کے نیچے تین چیزیں ہوتی

ہیں۔ سب سے اوپر مثانہ، اس سے نیچے دبا ہوُا رحم، جس میں بچہ رہتا ہے اور اس سے نیچے دبی ہوئی انتڑیاں، جب رحم میں کوئی دوا لگانا ہو تو ناف کے نیچے لگائیں۔

رحم کے امراض سے حفاظت کا طریقہ

رحم کے امراض سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے۔

۱۔ حیض میں اگر ذرا کمی بیشی دیکھیں تو فوراً علاج کریں۔

۲۔ دائیاں آج کل اکثر بالکل اناڑی ہوتی ہیں۔ اس لیے صرف ان کی رائے سے علاج نہ کریں، بلکہ کسی اچھے طبیب سے مشورہ لے لیں۔

۳۔ معمولی امراض میں اندر رکھنے والی دواؤں سے پرہیز کریں۔ صرف پینے کی دوا اور لیپ سے کام لیں۔

۴۔ زچگی کے ایام میں عورت چاہے تندرست ہو تو بھی اس کی دوا اور غذا حکیم کے مشورے سے دیں ورنہ ہمیشہ کیلئے طبیعت خراب رہنے کا اندیشہ ہے۔

۵۔ اگر ورم ہو تو بلا مشورہ طبیب ہرگز پیٹ نہ ملوائیں۔ اس سے بعض مرتبہ سخت نقصان پہنچ جاتا ہے۔

۶۔ بچہ گرانے یعنی اسقاطِ حمل کی تدبیر ہرگز نہ کرائیں۔

حیض کی کمی کا علاج

حیض کی کمی کا نسخہ یہ نسخہ نہ زیادہ گرم ہے نہ زیادہ سرد کسی کو نقصان نہیں دے گا۔

تخم خربزہ، تخم خیارین، خار خسک، پوست بیج کاسنی، ہر ایک ۶ گرام پرسیاؤشاں ۵ گرام، ان سب ادویات کو رات بھگو دیں، صبح مل چھان کر شربت بزوری ۳۶ گرام ملا کر پی لیا کریں۔

حیض کی کمی دُور کرنے کی دھونی۔

گاجر کے بیج آگ پر ڈال کر اس کے اوپر ایک طباق سوراخ دار یا کوئی برتن سوراخ دار یا حقہ کی ٹوپی رکھ دیں۔ اس سوراخ پر بیٹھ کر دھونی لیں کہ دھواں اندر پہنچے۔

حیض کی کمی میں پرہیز :۔ مسور کی دال، آلو، اور خشک غذائیں اور پھل حیض کو روکتی ہیں۔ اس لیے ان غذاؤں سے پرہیز ضروری ہے۔

استحاضہ اور اُس کا علاج

عادت سے بہت زیادہ خون آنے کو استحاضہ کہتے ہیں۔ اگر گرم چیز کھانے سے نقصان ہوتا ہو، یا گرمی کے دنوں میں یہ بیماری زیادہ ہوتی ہو اور منہ کا رنگ زرد رہتا ہو تو سمجھو مزاج میں بھی گرمی بڑھ کر خون پتلا ہو گیا ہے اور رگوں میں نہیں رک سکا۔ اس کے لیے کئی ایک ادویات ہیں۔

۱۔ کسی ٹب میں ٹھنڈا پانی بھر کر اس میں بیٹھیں اور کمر اور ناف کے نیچے ٹھنڈے پانی سے دھاریں ماریں۔

۲۔ انار کا چھلکا، انار کی کلی، مازو، ہر ایک ۲۴ گرام، ان تینوں چیزوں کو بیس لیٹر پانی میں جوش دیں۔ اس کے بعد کسی ٹب وغیرہ میں بھر کر بیٹھ جائیں۔ پانی نیم گرم ہو اور اس وقت تک بیٹھی رہیں جب تک پانی ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

۳۔ صندل سفید، گلِ سُرخ، سماق، انار کے چھلکے، سب چیزیں ۶، ۶ گرام عرق گلاب میں پیس لیں۔ ناف کے نیچے رکھ کر نیم گرم لیپ کریں۔

۴۔ شربت انجبار بھی اس میں بہت مفید ہے اور مسور کی دال سرکہ میں ملا کر کھانا بھی مفید ہے۔

حیض کے بارے میں اطباء کی رائے

اطباء حضرات لکھتے ہیں کہ حیض وہ خون ہے جو عورت کی صحت کی حالت میں ہر ماہ آتا ہے۔ اس خون کا رنگ سُرخ یا سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے۔ یہ خون جما ہُوا نہیں ہوتا۔ رحم اور اندام نہانی کی دوسری رطوبتوں کے ملنے سے اس میں تغیر، تبدیلی اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

حیض آنا لڑکیوں کے بالغ ہونے کی علامت ہے۔ حمل کے دنوں میں حیض کا خون بچے کی خوراک اور گوشت پوست کی نشوونما میں استعمال ہو جاتا ہے اور خارج نہیں ہوتا، جو خون بچے کی خوراک سے زائد ہو۔ وہ بچہ پیدا ہونے کے بعد خارج ہو جاتا ہے۔ جسے نفاس کہا جاتا ہے۔ دودھ پلانے کی مدت میں حیض کا خون ماں کے دودھ میں حل ہو جاتا ہے۔ درمیانے موسم کے ملکوں میں ۱۲ سال سے ۱۶ سال کی عمر تک بچیوں کو حیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں ۹ سے دس سال کی عمر میں اور سرد ملکوں میں ۱۶ سے ۲۱ سال کی عمر تک حیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔

حیض کی مدت:۔ حیض کے دنوں کی مدّت کم از کم تین دن رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے۔ اگر اس سے کم ہو یا زیادہ ہو تو وہ صحت کی خرابی کی وجہ سے استحاضہ ہے۔ حیض نہیں ہے۔ عام طور پر چالیس سے

پینتالیس برس کی عمر تک حیض آتا رہتا ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پچاس ساٹھ سال کی عمر میں حیض آئے۔

زمانہ حیض میں ضروری ہدایات

یہ بات ذہن میں محفوظ کر لینی چاہیے کہ حیض کا بر وقت اور باقاعدہ آنا عورت کی صحت و تندرستی اور خوش نصیبی کی دلیل ہے۔ اگر اس کے اوقات میں یا باقاعدگی میں فرق آجائے تو کئی طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لیے حیض کے دنوں میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام نے عورت کو بے شمار بیماریوں میں پھنسنے سے بچانے کے لیے حیض کے دنوں میں مردوں کو عورتوں سے مجامعت حرام قرار دی ہے۔ اگر پرہیز نہ کیا گیا تو خون کثرت سے آنے لگے گا، جو ایک خطرناک بیماری کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

حالتِ حیض میں ٹھنڈ اور سردی سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح سرد چیزیں کھانے سے بھی گریز ضروری ہے۔ حتیٰ کہ ٹھنڈے پانی سے منہ ہاتھ دھونا بھی مناسب نہیں۔ شربت، چھاچھ (لسی) دہی، برف اور سرد و کھٹے پھلوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ حیض کے دنوں میں قبض ہونا بھی خطرناک ہے۔ ان دنوں میں خصوصی طور پر صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ کپڑے صاف ستھرے ہوں، بدن صاف ہو ——— اسی طرح ان دنوں میں اچھلنا، کودنا، دوڑنا بھاگنا، سیڑھیوں پر جلدی جلدی چڑھنا اُترنا تکلیف کا باعث بن سکتا ہے۔ غم و غصہ وغیرہ بھی حیض کے فتور کا سبب بن سکتا ہے۔ جس طرح ٹھنڈی غذائیں ان دنوں میں کھانا مناسب نہیں۔ اسی طرح زیادہ گرم، محرک اور تیز غذائیں بھی نہیں کھانا چاہئیں۔ مثلاً گوشت، مچھلی، چائے، تیز اور گرم مسالحے وغیرہ، لہٰذا

معتدل غذائیں، گرم تر اور جلدی ہضم ہونے والی غذائیں کھانی چاہییں۔

استحاضہ کی دوسری قسم

رحم کے اندر کسی رگ کا منہ کھل جانے سے خون جاری ہو جانے سے بھی استحاضہ کا مرض شروع ہو جاتا ہے۔

پہچان :۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ ایک دم بہت سا خون آجاتا ہے

علاج :۔ (۱) ایک عدد قرص کہربا کھا کر تخم خرفہ پانچ ماشہ حب الآس پانچ ماشہ تخم بارتنگ پانچ ماشہ پانی میں پیس کر شربت انجبار ملا کر پئیں۔

۲۔ مازو، انار کا چھلکا ہر ایک ۲۴ گرام، کچل کر آدھ لیٹر پانی میں جوش دیں۔ جب پانی ایک چھٹانک کے قریب رہ جائے تو اس میں روئی بھگو کر سرمہ اور سنگجراحت اور گل ارمنی ہر ایک ۶ گرام باریک پیس کر بھیگی ہوئی روئی پر اچھی طرح لگا لیں۔ آٹھ انگل کی بتی بنا کر اندر رکھیں اور چھ گھنٹہ بعد نکال لیں۔

اس بیماری میں مریض کو حتی الامکان چلنے پھرنے اور ہر قسم کی حرکت سے روک دیں اور بغل سے لے کر ہاتھ کے پہنچوں تک ہاتھ خوب کس کر باندھ دیں، جس وقت تکلیف ہونے لگے کھول دیں۔

رحم سے ہر وقت رطوبت کا جاری رہنا

یہ مرض رحم کی کمزوری سے ہوتا ہے۔ اس کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ مفید ہے۔ اس سے معدہ، دماغ اور دل کو بھی طاقت پہنچتی ہے اور بھوک بھی خوب لگتی ہے اور قبض بھی نہیں ہوتی، اور خفقان اور ہول دل اور بواسیر

میں بہت مفید ہے۔

مربہ آملہ ۲۴ گرام، دانہ الائچی خورد، کشنیز خشک ہر ایک ۶ گرام۔

ان تینوں چیزوں کو عرق کیوڑہ میں پیس کر قند سفید ملا کر اور تھوڑا سا پانی ملا کر معجون ۲۰ گرام قوام بنالیں۔ اس کے بعد چاندی کے ورق ۵ عدد، ایک گرام کشتہ مونگا۔ ½ گرام کشتہ رانگ ملا کر رکھ لیں۔ خوراک ۶ گرام سے ۱۲ گرام تک روزانہ استعمال کریں۔

رحم کا کمزور ہوجانا

اس میں بادی بہت بڑھ جاتی ہے اور ناف کے نیچے کبھی ابھار اسا ہوجاتا ہے، کبھی اندر پانی سا بولتا ہے۔ کبھی ریاح سے گڑ گڑ کی آواز آتی ہے۔ اس کے لیے جوارش کمونی ۶ گرام تا ۱۲ گرام روزانہ استعمال کریں۔

اختناق الرحم

آج کل یہ مرض عورتوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ خصوصاً غیر شادی شدہ بچیوں اور بیوہ عورتوں کو بکثرت ہوتا ہے۔ ایسی عورتوں کا علاج شادی ہے مرض کو نہ پہچاننے کی وجہ سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس پر کسی نے جادو یا سحر کر دیا ہے۔ یا خدا نخواستہ آسیب وغیرہ کا اثر ہے۔ اس لیے اس کی علامات سے واقفیت ضروری ہے۔

علامات: ایک دم دل گھبرانے لگتا ہے۔ دماغ پریشان ہوجاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں گرنے لگتے ہیں۔ رنگ زرد ہوجاتا ہے۔ آنکھوں سے کسی قدر پانی بہنے لگتا ہے۔ برے برے خیالات آنے لگتے ہیں۔ اور پھر معلوم ہوتا ہے کہ ناف کے

نیچے سے کوئی چیز اُٹھتی ہے اور دل و دماغ تک پہنچ کر پریشان کرتی ہے۔ حواس جاتے رہتے ہیں اور اکثر مریضہ چیخنے لگتی ہے اور پھر بے ہوش ہوجاتی ہے۔
یہ مرض مرگی اور غشی سے بہت مشابہہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مرگی میں منہ سے جھاگ آیا کرتے ہیں اور اس میں جھاگ نہیں آتے۔ غشی میں خوشبو سونگھانے سے نفع ہوتا ہے اور اس میں خوشبو سونگھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ البتہ بُو سونگھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اختناق الرحم ہے، مرگی یا غشی نہیں ہے۔
یہ مرض حیض کے رکنے سے اکثر ہوجاتا ہے۔ جب ایسا دورہ پڑے تو فوراً بیمار کے پاؤں اتنے کس کر باندھیں کہ تکلیف ہونے لگے۔ اور منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔ نمک اور رائی پیس کر تلووں پر ملیں اور کوئی بدبودار چیز جیسے ہینگ یا مٹی کا تیل سونگھائیں۔ خوشبودار چیز ہرگز نہ سنگھائیں نہ پلائیں اور نہ چھڑکیں۔ مکمل علاج کیلئے ماہر معالج سے رجوع فرمائیں۔
حیض ختم ہونے کے بعد اگر اس جگہ مشک کا پارچہ رکھا جائے تو یہ مرض لاحق نہیں ہوتا۔

چند مفید تعویزات

اللہ تعالیٰ کے مقدس نام اور اس کے کلام میں بڑی برکت ہے۔ اس لیے موقع کی مناسبت سے چند تعویز درج کئے جاتے ہیں۔ ضرورت مند حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن اس کو ذریعہ تجارت نہ بنائیں
اگر ایامِ ماہواری میں کمی ہو اور تکلیف ہوتی ہو تو مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر گلے میں ایسے ڈالیں کہ تعویز رحم پر پڑے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ

وَاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ
اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ○ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ
اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ○

اگر ایام کی زیادتی ہو تو مندرجہ ذیل آیہ مبارکہ لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں
کہ تعویذ رحم کے اوپر رہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ
وَيٰسَمَاءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى
الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○

چند ضروری مسائل

۱۔ گھر میں استعمال کی چیزوں میں گھی، تیل یا شہد وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو ان کے پاک کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ گھی یا تیل کی مقدار کے برابر اس میں پانی ڈال کر خوب پکایا جائے۔ جب پانی جل جائے تو دوبارہ پانی ڈال دیں۔ اس طرح تین مرتبہ کرنے سے یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی۔

۲۔ غیر محرم مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی عورت کے لیے مکروہ ہے۔ اسی طرح غیر محرم عورت کے سامنے سے بچا ہوا کھانا مرد کے لیے مکروہ ہے۔

۳۔ انگوٹھی، چھلہ، کنگن وغیرہ اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ بغیر ہلائے ان کے نیچے سے پانی پہنچ جائے تو بھی ان کا ہلا لینا مستحب ہے۔ اگر وہ تنگ ہیں اور بغیر ہلائے ان کے اندر پانی پہنچنے میں دقت ہو تو ان کا ہلانا واجب و ضروری ہے۔ یہی مسئلہ ناک کی نتھ کا ہے۔ اگر پانی زیورات کے نیچے تک نہ پہنچے تو نہ وضو ہوتا ہے اور نہ ہی غسل ہوتا ہے۔

۴۔ اگر کسی کے ناخن پر آٹا لگا ہوا ہو اور وہ خشک ہو گیا کہ اس کے نیچے پانی نہیں پہنچ سکتا تو نہ وضو ہوا اور نہ غسل ہوا۔ اس لیے وضو اور غسل کرنے سے پہلے ناخنوں پر لگے ہوئے آٹے، نیل پالش وغیرہ کو اتار لیا جائے، ورنہ ناپاک ہی رہے گی۔

۵۔ اگر کسی کے ماتھے پر افشاں چُنی ہوئی ہو تو اس کے چھڑائے بغیر وضو اور غسل نہیں ہوتا۔

۶۔ اگر کسی کی چھاتی سے درد کے ساتھ پانی نکلتا ہے تو وہ پانی نجس ہے پستان کے اس پانی کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۷۔ مرد کے ہاتھ لگانے سے یا یوں ہی کوئی خیال آنے سے آگے کی راہ سے پانی آجائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۸۔ مرد و عورت کی پیشاب گاہ ملنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

غسل اور طہارت کے مسائل

غسل کی تعریف:۔ غسل کے معنی نہانا اور شریعت کی اصطلاح میں جسمِ انسانی کے اس تمام حصہ کو جس کا غسل میں بغیر کسی تکلیف کے دھونا ممکن ہو غسل کہلاتا ہے۔

تجربہ شاہد ہے کہ جب انسان ناپاکی کی حالت میں ہوتا ہے تو جسم میں گرانی، نقاہت، کاہلی و سستی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج شریعت مصطفوی میں غسل قرار دیا گیا ہے۔ حکم خداوندی ہے:۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا۔ یعنی اگر تم ناپاکی کی حالت میں ہو سارا بدن پاک کرو۔

حضرت سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غسل جنابت کے بعد مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنے اوپر سے کوئی بوجھ اتار دیا ہو۔ حکماء و اطباء نے بھی لکھا ہے کہ جماع کے بعد غسل کرنا تحلیل شدہ قوتوں اور کمزوریوں کو واپس لوٹاتا ہے اور غسل بدن و روح دونوں کے لیے

نہایت نفع بخش اور مفید ہے اور ناپاکی کی حالت میں رہنا، غسل نہ کرنا، جسم و روح دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس لیے جنبی (ناپاک) آدمی یا عورت اور حیض و نفاس والی عورت کو خون بند ہونے کے بعد جلد غسل کر لینا چاہیئے۔

حضور نبی کریم معلم کتاب و حکمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو، کتّا ہو یا ناپاک شخص ہو، وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ غسل کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غسل جنابت میں ایک بال کے برابر جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دی۔ اس کے ساتھ جہنم کی آگ میں ایسا اور ایسا عذاب کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جہنم میں سخت عذاب دیا جائے گا۔ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت (ناپاکی) ہے۔ لہٰذا بالوں کو اچھی طرح دھوو اور بدن کو صاف کرو۔

غسل کی قسمیں

غسل کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، سنت، مستحب۔

غسل فرض:۔ غسل فرض تین ہیں (۱) جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لیے غسل کرنا (۲) عورت کا ایام حیض گزر جانے کے بعد غسل کرنا (۳) نفاس یعنی زچگی کا خون بند ہونے کے بعد غسل کرنا۔

غسل فرض کی ترکیب:۔ غسل کرنے والی عورت کو چاہیئے کہ پہلے گٹوں تک ہاتھ دھوئے۔ ہاتھوں یا استنجے کی جگہ کوئی نجاست لگی ہو، یا

نہ لگی ہو اور بدن پر جہاں بھی نجاست لگی ہو، اس کو دھو کر صاف کرے پھر وضو کرے، غسل خانہ اگر صاف ستھرا ہے اور وہاں پانی کھڑا نہیں ہوتا تو پاؤں بھی دھولیں۔ لیکن اگر غسل خانہ خاطر خواہ صاف نہیں تو پاؤں غسل کے بعد دھولیں۔ وضو کے بعد سر پر تین مرتبہ پانی ڈالیں۔ اور پانی اس طرح ڈالا جائے کہ سارے بدن پر بہہ جائے۔

غسل میں فرض :۔ جب کسی پر غسل فرض ہو جائے تو تین باتیں فرض ہیں (۱) خوب مبالغہ کے ساتھ کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔ اگر روزہ سے ہو تو غرارہ نہ کیا جائے، کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے (۲) ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک نرم گوشت ہے (۳) ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی ڈالا جائے۔

غسل میں سنتیں :۔ غسل فرض میں یہ پانچ باتیں سنت ہیں (۱) غسل کی نیت کرنا (۲) استنجے کی جگہ اور بدن پر کسی بھی جگہ لگی ہوئی نجاست کو دھونا (۳) دونوں ہاتھ پہلے گٹوں تک دھونا (۴) غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا۔ (۵) تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

مکروہاتِ غسل :۔ غسل میں مندرجہ ذیل باتیں مکروہ ہیں (۱) ہر قسم کے غسل میں حد سے زیادہ پانی بہانا (۲) نہاتے ہوئے بلا ضرورتِ شدیدہ باتیں کرنا (۳) قبلہ کی طرف منہ کر کے غسل کرنا (۴) سنت کے خلاف غسل کرنا۔

غسل کے چند ضروری مسائل

جن باتوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے ان کو واجباتِ غسل کہتے

ہیں اور وہ چار ہیں۔
(۱) جوش کے ساتھ منی کا خارج ہونا (۲) مرد کی سپاری کا اندر چلے جانا۔
(۳، ۴) حیض و نفاس کے خون کا بند ہو جانا۔

دیگر مسائل:- (۱) سوتے یا جاگتے میں جب جوانی کے جوش میں شہوت کے ساتھ منی نکل آئے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے کسی طرح نکل آئے۔ غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔ اگر نیند سے بیدار ہونے کے بعد کپڑے یا بدن پر منی لگی ہوئی دیکھی تو غسل واجب ہے، خواہ سوتے میں کوئی خواب یاد ہو یا نہ ہو۔

۳۔ مرد کے پیشاب گاہ کی سپاری اندر چلی جانے سے مرد اور عورت دونوں پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

۴۔ اگر بدن میں ایک بال برابر بھی جگہ خشک رہ گئی تو غسل نہیں ہو گا۔ اسی طرح غسل کرتے ہوئے کلی کرنا بھول گئی یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گئی، بعد میں فوراً یاد آ گیا کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی ہے یا کلی نہیں کی یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو اسی وقت اس خشک جگہ کو دھولے، کلی کرے، ناک میں پانی ڈال لے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ایسا نہ کیا غسل نہیں ہوا، یعنی عورت ناپاک ہی رہی۔

۵۔ اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر یا کوئی اور عضوِ جسم دھونے سے تکلیف اور نقصان کا اندیشہ ہے تو اتنی جگہ پہ مسح کرلے، باقی سارے جسم کو دھولے، جب تندرست ہو جائے تو وہ جگہ دھولے، دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں۔

۶۔ کان اور ناک کے اندر نرم گوشت تک کوشش کے ساتھ پانی پہنچانا

چاہیئے۔ اگر پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا۔

۷۔ پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر غسل میں پانی پہنچانا فرض ورنہ غسل نہ ہوگا۔

۸۔ اگر سر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سارے بال بھگونا اور ان جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ ایک بال بھی اگر خشک رہ گیا یا کی جڑ میں پانی نہ پہنچا تو غسل نہ ہوگا، اور اگر بال گندھے ہوئے ہو تو اس صورت میں بال بھگونا معاف ہے۔ لیکن جڑوں میں پانی پہنچا فرض ہے، ایک بال کی جڑ بھی خشک نہ رہے، اگر بغیر کھولے بال س کی جڑوں میں پانی نہ پہنچے تو بال کھول کر بھگوئے اور پانی پہنچائے

۹۔ بیماری یا کسی اور وجہ سے خود بخود بلا جوش و خواہش منی نکل آئی تو ایس صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ البتہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۰۔ میاں بیوی ایک پلنگ پر سو رہے تھے جب نیند سے بیدار ہوئے ت چادر پر یا بستر پر دھبہ دیکھا، اور نیند کی حالت میں خواب دیکھنا نہ مر کو یاد ہے نہ عورت کو، تو احتیاط اس میں ہے کہ دونوں میاں بیوی غسل کر لیں، تاکہ شک اور تردد باقی نہ رہے۔

۱۱۔ خواب کی حالت میں دیکھا کہ مرد صحبت کر رہا ہے اور لطف بھی لی لیکن بیدار ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ منی خارج نہیں ہوئی تو غسل واجب نہیں اور اگر منی خارج ہوئی تو غسل واجب ہوا۔

۱۲۔ اگر کسی کے مصنوعی دانت لگے ہوئے ہوں تو غسل جنابت کے وقت ان کو اتار کر غسل کرنا اچھا ہے۔ ویسے بغیر نکالے بھی غسل ہو جائیگا

۱۳۔ غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرے، یہ قبلہ کا ادب ہے۔

۱۴۔ وضو یا غسل کرتے وقت اتنا زیادہ پانی خرچ نہ کرے کہ اصراف میں شامل ہو۔

۱۵۔ اگر عورت کو کوئی بیماری ہے اور وہ غسل نہیں کر سکتی، تو غسلِ جنابت یا حیض و نفاس کے غسل کے بدلے تیمم کر سکتی ہے۔

تیمم کرنے کا طریقہ

تیمم کرنے سے پہلے دل میں نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتی ہوں۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پاک مٹی پر مارے۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو جھاڑ کر منہ پر پھیرے، جہاں تک چہرہ وضو میں دھویا جاتا ہے، وہاں تک ہاتھ پھیرے۔ اس کے بعد دوسری مرتبہ پھر اُسی طرح دونوں ہتھیلیاں پاک مٹی پر مارے اور داہنے ہاتھ کو بائیں پر اور بائیں ہاتھ کو داہنے پر کہنیوں سمیت پھیرے۔ ہاتھ اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ اگر بال برابر بھی ہاتھ پھیرنے سے جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوگا۔

تیمم کی شرائط

(۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا۔
(۴) بے وضو ہونا یا غسل کی حالت ہونا (۵) جن چیزوں سے تیمم کرنا ہے ان کے استعمال پر قادر ہونا (۶) جس وقت کی نماز کیلئے تیمم کرنا ہے اُس نماز کا وقت ہونا (۷) جس وقت کی نماز پڑھنی ہے۔ اس کا اخیر وقت ہو جانا۔ کہ اگر تیمم نہ کیا گیا، تو نماز قضا ہو جائے گی۔

فرائض تیمم:۔ (۱) نیت کرنا (۲) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر منہ پر پھیرنا (۳)

دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ پھر مٹی پر مار کر کہنیوں تک پھیرنا۔

تیمم کن چیزوں سے کیا جاسکتا

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پاک مٹی (۲) ریت (۳) مٹی کے کچے یا پکے برتن جن پر روغن نہ کیا ہوا ہو (۴) کچی یا پکی مٹی کی اینٹیں (۵) پتھر یا چونے کی دیوار (۶) گیرو (۷) ملتانی مٹی (۸) پاک غبار (۹) سرمہ وغیرہ۔

جن چیزوں سے تیمم جائز نہیں

مندرجہ ذیل چیزوں سے تیمم نہیں کیا جاسکتا۔

(۱) لکڑی (۲) لوہا (۳) سونا (۴) چاندی (۵) تانبا (۶) پیتل (۷) المونیم (۸) شیشہ (۹) رانگ (۱۰) جست (۱۱) گیہوں (۱۲) جو اور ہر قسم کا غلّہ (۱۳) کپڑا (۱۴) راکھ۔ ان تمام چیزوں سے تیمم کرنا جائز نہیں۔

تیمم کے متعلق ایک اصول

تیمم کے متعلق ایک اصول یاد رکھنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں آگ میں پگھل جائیں۔ یا جل کر راکھ ہوجاتی ہیں۔ ان سب پر تیمم ناجائز ہے۔ البتہ ایسی چیزوں پر اگر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ مارنے سے گرد اڑنے لگے، یا اس چیز پہ ہاتھ مارنے سے نشان پڑجائے تو تیمم جائز ہے۔

تیمم توڑنے والی چیزیں

جب پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہو جائے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ

جن باتوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اُن سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

تیمم کے متعلق چند ضروری مسائل

۱۔ اگر وضو یا غسل کے لیے پانی نہ ملے، یا پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو، یا پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے یا مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، تو اس قسم کی مجبوریوں سے تیمم کرنا جائز ہے یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ تیمم جائز ہونے کے لیے پانی کے استعمال سے عاجز آنا شرط ہے

۲۔ اگر کسی کو ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے، اور گرم پانی نقصان نہیں کرتا تو پھر گرم پانی سے غسل کرنا ضروری ہے اور اگر کسی ایسی جگہ ہے جہاں گرم پانی نہیں مل سکتا تو پھر مجبوراً تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

۳۔ اگر کوئی ایسی جگہ ہے جہاں سخت سردی یا برف پڑتی ہے اور نہانے سے مر جانے یا بیمار پڑ جانے کا خوف ہے یا اپنے پاس کوئی ایسا گرم کپڑا نہیں کہ نہا کر گرم ہونے کے لیے اس کو اوڑھ لے تو ایسی صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔

۴۔ وضو اور غسل دونوں کے لیے صرف ایک تیمم کافی ہے۔ الگ الگ تیمم کی ضرورت نہیں۔

۵۔ اگر کسی کے بدن کے نصف یا نصف سے زیادہ حصے پر چیچک یا پھوڑے پھنسی نکلے ہوئے ہوں۔ اور اس میں وضو یا غسل کرنے کی ہمت نہیں تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتی ہے۔

۶۔ اگر کسی کو اتنا سخت بخار ہے کہ وضو کرنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہے تو تیمم کر سکتی ہے۔

۷۔ جس طرح وضو کی بجائے تیمم جائز ہے۔ اسی طرح مجبوری کے وقت غسل کے لیے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔

۸۔ کسی نے ایک نماز کے لیے وضو کیا۔ جب تک تیمم نہ ٹوٹے، جتنے وقتوں کی چاہے نماز پڑھ سکتا ہے۔

۹۔ وضو اور غسل دونوں کے لیے تیمم کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

۱۰۔ اگر کوئی انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم کے وقت اس کو اتار لینا یا اس کو ہلا لینا ضروری ہے۔

۱۱۔ سفر کی حالت میں ہے اور تھوڑا سا پانی اس کے پاس موجود ہے جو پینے کے لیے کفایت کرتا ہے اور آگے پانی ملنے کی امید نہیں ہے تو اس پانی سے وضو نہ کرے بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

۱۲۔ اگر کسی کے بدن کا کپڑا اور بدن دونوں ناپاک ہیں اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو ایسی صورت میں بدن اور کپڑا دھو لے وضو کی بجائے تیمم کر لے۔

۱۳۔ قرآنِ کریم اٹھانے یا ہاتھ لگانے کے لیے کسی نے اگر تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتی۔ مگر پانی موجود ہوتے ہوئے قرآنِ پاک چھونے کے لیے تیمم درست نہیں اور اگر نماز پڑھنے کے لیے تیمم کیا تو اس سے قرآنِ پاک چھونا بھی جائز ہے اور اس کی تلاوت کرنا بھی جائز ہے۔

۱۴۔ ریل گاڑی کے اندر گدوں وغیرہ پر جو گرد و غبار جم جاتا ہے وہ پاک ہے۔ اس سے تیمم کرنا جائز ہے، یہ وہم نہیں کرنا چاہیئے کہ پتہ نہیں گرد و غبار کیسا ہے۔

۱۵۔ ریل میں جہاں مسافر جوتے پہن کر چلتے ہیں اس جگہ کی مٹی ناپاک ہے

اس لیے تیمم ناجائز ہے۔

۱۶۔ کسی کی صبح کو اتنی دیر سے آنکھ کھلی کہ سورج نکلنے کے قریب ہے اور غسل کی بھی حاجت ہے، تو اس کو چاہیئے کہ پہلے غسل کرے، اس کے بعد نماز پڑھے، خواہ نماز قضا ہو جائے۔

۱۷۔ کوئی پردہ دار عورت ایسی جگہ ہے جہاں پانی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور نماز کا وقت تنگ ہوتا جا رہا ہے تو تیمم کر کے پڑھ لے قضا نہ کرے۔ بعد میں جب پانی میسّر آجائے تو اس نماز کو لوٹا لے۔

ظہار اور اُس کے مسائل

لفظ ظہار ظَھْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنے پیٹھ کے ہیں۔ اسلام سے پہلے دورِ جہالت میں عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ اپنی بیوی سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے تو یوں کہتے ہیں: اَنْتِ عَلَیَّ کَظَھْرِ اُمِّیْ یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میرے لئے میری ماں کی پیٹھ۔ اور اس سے وہ لوگ طلاق مراد لیتے تھے۔ شریعتِ مصطفویؐ میں حکم یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو اپنی ماں بیٹی، نانی، پھوپھی یا وہ رشتے جن سے ہمیشہ نکاح کرنا حرام ہے۔ اُن کے کسی بھی عضو کے ساتھ مشابہت دے دے۔ یا ویسے ہی ان محرمات کے ساتھ تشبیہ دے دے۔ تو اس سے عورت حرام نہیں ہوتی بلکہ اس سے کفارہ لازم آتا ہے۔

ظہار کا کفّارہ

ظہار کا کفّارہ تین صورتوں میں ہے سب سے پہلے تو ایک غلام آزاد کیا جائے، اگر یہ میسّر نہ ہو تو دوسری صورت یہ ہے کہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے جائیں۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ یہ کفّارہ ادا کرنے کے بعد مرد عورت کے پاس جا سکتا ہے۔

کفّارہ کی ادائیگی سے پہلے قربتِ عورت حرام تو نہیں (اگر قربت کے معنے ساتھ رہنا ہے تو حرام نہیں، اگر معروف معنی مراد ہے تو حرام ہے۔ کیونکہ وطی

اور وطی پر آمادہ کرنے والے عوامل قبل از کفارہ حرام ہیں) البتہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار ضرور فرمایا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا۔ پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے مل لیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے، تُو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے جواب دیا چاندنی رات میں اُس کے پاؤں کی پازیب نے مجھے بیتاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اب اس سے قربت نہ کرنا، جب تک کفارہ ادا نہ کر لو۔ اس سے فقہا نے یہ اخذ کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرمت کا فتویٰ نہیں دیا۔ البتہ ناپسندیدگی کا اظہار ضرور فرمایا ہے۔ اور اس سے طلاق واقع نہ ہوگی، لیکن بیوی سے قبل از ادائیگی کفارہ وطی حرام ہے۔

ظہار سے متعلق ایک اہم واقعہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صحابیہ حضرت محترمہ خویلہ بنت ثعلبہ تھیں وہ فرماتی ہیں میرے خاوند حضرت اوس بن صامت (رضی اللہ عنہ) جب بوڑھے ہو گئے تو ان کی طبیعت میں چڑچڑا پن پیدا ہو گیا اور کچھ اخلاق کے بھی بہتر نہ تھے۔ ایک دن آپس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں کہ میں نے ان کی کسی بات سے اختلاف کیا۔ بس اس سے وہ غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ تو میرے لیے ایسے ہی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اس کے بعد وہ گھر سے باہر چلے گئے، اور باہر جا کر اپنے حلقۂ احباب میں جا بیٹھے کچھ دیر بعد واپس آئے تو اُن کا غصہ اُتر چکا تھا اور مجھ سے چھیڑ خانی کرنے

لگے. میں نے اُنھیں منع کیا کہ تم ابھی تھوڑی دیر پہلے ظہار کر چکے ہو اور اب تم میرے قریب نہیں آسکتے ہو. لیکن وہ باز نہ آئے. چونکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور تھے اور مجھ میں ابھی سکت تھی. میں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا. اس واقعہ کے بعد میں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا سارا واقعہ کہہ سنایا اور فتویٰ طلب کیا۔

حضرت خولہ جب حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھو رہی تھیں. حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حمد و ثنا کے لائق ہے. جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیر رکھا ہے یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ آکر حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کر رہی تھیں کہ باوجود میں اسی گھر میں موجود تھی لیکن اُس کی باتیں نہ سُن سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ بات کو بھی سُن لیا اور سورۂ مجادلہ کی پہلی چار آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں۔

آپ فرماتی ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکائتیں بھی کر رہی تھیں اور پیدا شدہ صورت حال سے پریشان ہو کر اپنی درد بھری کہانی بھی سُنا رہی تھیں کہ یا رسول اللہ! میری جوانی ان کے ساتھ کٹی. بچے جنے، اب جبکہ میری جوانی ڈھل چکی ہے اور بچے جننے کے قابل بھی نہیں رہی، اب اگر طلاق ہو گئی، تو کہاں جاؤں گی، بچے بے سہارا ہو جائیں گے. وہ بچوں کی سرپرستی نہیں کر سکیں گے. یا اللہ میرے حال پر رحم فرما، یا اللہ ہمارے حال پر رحم فرما۔

حضورؐ اس کی ہر بار درخواست پر فرماتے، مجھے اس بارے میں

کوئی حکم نہیں۔ میں حضورؐ کے سر کا ایک حصہ دھو چکی۔ جب سر کے دوسری طرف متوجہ ہوئی، تو وہ بھی دوسری طرف ہو گئیں۔ وہ بار بار بار عرض کرتی رہی۔ کبھی حضور سے ملتجی ہوتی، اور کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارک نازل فرمائی۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۔ (۵۸/۱)

"یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے آگے بھی شکایت کر رہی تھی، اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

اس آیہ مبارکہ کے نزول پر اُس نیک بی بی خولیہ رضی اللہ عنہا کی جہاں مشکل آسان ہو گئی۔ وہاں ان کی شان میں بھی اضافہ ہو گیا۔ حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت نے راستہ روک لیا، اور آواز دے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سر جھکائے کتنی دیر تک اس بوڑھی عورت کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر چکیں اور خود ہی واپس لوٹیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہمارے ساتھ آ ملے۔ ایک شخص نے آپ سے کہا:۔ امیر المومنین آپ ایک عورت کے لیے اتنی دیر رکے رہے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے رکنا پڑا۔ تو آپؓ نے فرمایا۔ بڑے افسوس کی بات ہے، تم جانتے ہو کہ یہ عورت کون ہے۔ اُس نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا، یہ وہ خوش نصیب عورت ہیں جن کی بات اللہ تعالیٰ نے

ساتویں آسمان پر سُنی۔ یہ حضرت خویلہ بنت ثعلبہ تھیں۔ اگر آج مجھے صبح سے شام چھوڑ، رات بھر بھی کھڑا رکھتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو میں پھر بھی اُن کی خدمت سے نہ ہٹتا۔ صرف نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرتا اور نماز ادا کرکے پھر ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔

سورہ مجادلہ کی دوسری تین آیات مبارکہ میں ان کی التجا کے جواب میں ظہار کا حکم نازل ہوا۔ ان آیاتِ مبارکہ کا مفہوم یہ ہے:۔

"تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یعنی انہیں ماں کہہ بیٹھتے ہیں) وہ دراصل ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے۔ یقیناً یہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں، پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کریں تو اُن کے ذمہ آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے (جماع کرنے) سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف باخبر ہے ہاں جو شخص غلام نہ پائے، اس کے ذمے دو مہینوں کے لگاتار اور مسلسل روزے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جس شخص سے یہ بھی ممکن نہ ہو، اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ یہ اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں اور کافروں کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے۔"

جب یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں تو حضور نے خویلہ سے فرمایا:

خویلہ! تیرے اور تیرے خاوند کے بارے میں قرآن پاک کی یہ آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے اُسے آیاتِ مبارکہ پڑھ کر سنائیں

اور فرمایا کہ جاؤ اپنے خاوند سے کہو، ایک غلام آزاد کر دے۔ خویلہ نے کہا: یارسول اللہ! ان کے پاس غلام کہاں، وہ تو بہت مسکین شخص ہیں۔ آپ نے فرمایا، تو دو مہینے لگاتار روزے رکھ لیں۔ خویلہ نے کہا وہ بڑی عُمر کے بوڑھے، کمزور و ناتواں ہیں۔ انہیں تو دو ماہ کے روزوں کی بھی ہمت نہیں ہے تو پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں (قریباً چار من) دے دیں، تو کفّارہ ادا ہو جائے گا۔ خویلہ نے کہا۔ حضور ان کے پاس تو یہ بھی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: آدھا وسق کھجوریں مَیں دے دیتا ہوں اور آدھا وسق کھجوریں تم دے دو۔ خویلہ نے کہا: جی ہاں یہ بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا اور خوب کام کیا۔ جاؤ یہ ادا کر دو، اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارا چچازاد بھی ہے —— محبت و پیار اور خیر خواہی کے ساتھ گزارا کرو۔ (مسند امام احمد، ابو داؤد)

دوسرا واقعہ

صاحبِ تفسیر ابنِ کثیر نے لکھا ہے کہ اس طرح کا ایک اور واقعہ حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے جو اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے کا باعث تو نہیں ہے۔ البتہ اس ضمن میں ان کا واقعہ ضرور بیان کیا جا سکتا ہے۔ آپ ان کا واقعہ خود ان کی زبان سے سُنیں، وہ فرماتے ہیں:

"کہ مجھ میں جماع کی طاقت دوسروں کی نسبت زیادہ تھی۔ ماہِ رمضان میں اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دن کے وقت روزے کی حالت میں نہ بچ سکوں، مَیں نے رمضان بھر کے لیے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ ایک رات جبکہ وہ میری خدمت میں مصروف تھی۔ بدن کے کسی حصے پر سے کپڑا ہٹ گیا۔

پھر تاب ضبط نہ رہی اور اس سے بات چیت کر بیٹھا۔ صبح اپنی قوم کے پاس آکر میں نے رات کا واقعہ سنایا اور ان سے درخواست کی کہ تم میرے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلو اور میری سفارش کرو۔ انہوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا ہم تمہارے ساتھ نہیں جا سکتے کہیں ایسا نہ ہو کہ ساتھ جانے پر کوئی حکمِ خداوندی نازل ہو اور ہم بھی تیرے ساتھ رگڑے میں آجائیں، تم جانو تمہارا کام۔

میں اُن سے مایوس ہو کر خود حضور نبیٔ پاک رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوُا اور حضور سے سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے ایسا کیا؟ مَیں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ مَیں نے ایسا کیا۔ آپؐ نے پھر دریافت کیا۔ سلمہ تم نے ایسا کیا۔ عرض کیا حضور مجھ سے خطا ہو گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تیسری بار پھر پوچھا۔ کیا تم نے ایسا کیا؟ میں نے عرض کیا حضور میں نے ایسا ہی کیا اور سزا کے لیے حاضر ہوں۔ جو سزا آپ میرے لیے تجویز فرمائیں گے میں صبر و شکر کے ساتھ اُسے قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ جا کر ایک غلام آزاد کر دو۔ مَیں نے اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا یارسول اللہ بندہ تو صرف اسی گردن کا مالک ہے۔ خدا کی قسم مجھ میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ روزوں کی وجہ سے تو یہ سارا کام ہوُا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ پھر صدقہ کرو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے پاس تو صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہیں، بلکہ آج کی رات ہم نے فاقہ کیا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اچھا جاؤ۔ بنی زریق میں جو صدقہ دینے والے ہیں ان سے جا کر میری طرف سے کہو۔ وہ تمہیں صدقہ دیں۔ اس میں

سے ایک وسق کھجور صدقہ کردو۔ باقی خود اور اپنے اہلِ خانہ میں خرچ کرو۔ میں خوش خوش اپنے قبیلے والوں کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ تمہارے پاس تو میرے لیے سوائے تنگی اور برائی کے کچھ نہ تھا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس میں نے کشادگی اور برکت پائی ہے۔ حضور کا حکم ہے کہ تم اپنا صدقہ مجھے دے دو۔ چنانچہ انہوں نے مجھے دے دیا۔

(مسند امام احمد۔ ابوداؤد وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی بھی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔ یعنی جس طرح ایک مرد کے دو دل نہیں اسی طرح یہ بھی سمجھ لو کہ جس بیوی کو تم ماں کہہ دو وہ واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ ٹھیک اسی طرح دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ سچ مچ بیٹا نہیں ہو جاتا۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے بحالت غصہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے "جیسی" میری ماں۔ یا "جیسے" میری ماں کی پیٹھ تو اس کے کہنے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔

عدۃِ طلاق قبل از خلوت صحیحہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ ۳۳/۴۹

"اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو، تو تمہاری طرف سے اُن پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔ لہٰذا انہیں کچھ مال

دے دو اور اچھے طریقے سے رخصت کرو۔"

اس آیہ مبارکہ کے حوالہ سے علماء کرام نے تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس سے درج ذیل احکامات استنباط کیے ہیں۔

۱۔ اگر کسی مردِ مومن نے خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی کسی وجہ سے اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی، تو اس عورت پر کوئی عدت نہیں۔ وہ طلاق کے فوراً بعد کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے۔

۲۔ اس طلاق کے دینے کے بعد مرد کو رجوع کا کوئی حق نہیں ہے۔

۳۔ یہ صورتِ حال صرف خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق کی صورت میں ہے لیکن اگر شوہر خلوتِ صحیحہ سے پہلے فوت ہو جائے، تو اس کی عدت وہی چار ماہ دس دن کی ہے۔

۴۔ کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

ا:۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہے تو اس کا نصف ادا کر دیا جائے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیہ ۲۳۷ میں ہے۔ اس سے زائد واجب نہیں مستحب ہے مثلاً یہ بات بہت پسندیدہ ہے کہ نصف مہر دینے کے ساتھ شوہر وہ جوڑا بھی اُسی کے پاس رہنے دے، جو اُسے دلہن بناتے وقت پہنایا تھا۔ یا اگر کوئی اور سامان شادی کے وقت دیا تھا تو وہ بھی واپس نہ لیا جائے۔

ب:۔ اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا تو پھر مرد کی حیثیت کے مطابق "کچھ نہ کچھ" ضرور دیا جانا چاہیے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ میں ہے۔

بھلے طریقے سے چھوڑنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اُسے کچھ نہ کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا جائے اور دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نکاح کے بعد

عورت کا کوئی عیب نظر آ گیا، یا اور کوئی وجہِ طلاق پیدا ہو گئی تو شوہر عورت کی توہین نہ کرتا پھرے اور اس کے عیوب لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، بلکہ انتہائی عزت اور خاموشی سے عورت کو رخصت کیا جائے اور عورت کو ذلیل نہ کرے۔

عدت طلاق بصورت وفات شوہر

ارشادِ خداوندی کا مفہوم یہ ہے۔

"تم میں سے جو لوگ مر جائیں۔ اُن کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں، جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنی ذات کے متعلق اختیار ہے وہ جو چاہیں معروف طریقے سے کریں۔ تم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔" ۲/۲۳۴

اسلام سے پہلے عورت کے لیے عدتِ موت ایک سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ کے حوالے سے عدتِ موت چار ماہ دس دن مقرر کی ہے۔ البتہ حاملہ کی عدت بہر صورت وضع حمل ہے۔ خواہ وہ چند دن میں ہو جائے، ہفتوں میں ہو جائے یا مہینوں میں۔

اس مذکورہ آیہ کریمہ سے درج ذیل فیصلہ کن امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ عدت کے دوران کوئی عورت دوسرے نکاح کی تیاری نہ کرے اور نہ ہی کہیں نکاح کی بات چیت کرے۔

۲۔ عورت عدت کے دوران اپنے خاوند کے گھر سے نکل کر باہر آزادی سے نہیں پھر سکتی۔

۳۔ عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے خاوند کی وفات کے سوگ میں شامل ہو
۴۔ اگر عورت ان احکاماتِ خداوندی کی مخالفت کرتی ہے تو خاوند کے وارث، خود اس کے اپنے والدین، اہلِ محلہ، معاشرہ، اسلامی حکام سخت گنہگار ہوں گے۔ بشرطیکہ اُن کے علم میں یہ بات آجائے۔ انہوں نے اُسے روکنے کے لیے اپنے اختیارات کیوں استعمال نہیں کیے۔
۵۔ عدت گزرنے کے بعد عورت آزاد ہے، وہ معروف طریقے سے یعنی شرعی احکامات کے مطابق جو چاہے کر سکتی ہے۔ بعد از عدت وارثین و لواحقین، اسلامی حکام، معاشرہ اور اہل محلہ کی کوئی ذمہ داری نہیں۔
۶۔ شوہر کی وفات سے نکاح بالکل نہیں ٹوٹ جاتا۔ البتہ عورت کی موت سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے عورت بوقت ضرورت اپنے خاوند کو غسل بھی دے سکتی ہے اور اس کے مردہ جسم کو چھو بھی سکتی ہے۔ کیونکہ ابھی نکاح کسی قدر باقی ہے۔ مگر شوہر مردہ عورت کو چھو نہیں سکتا، اور نہ غسل دے سکتا ہے، اگر غسال نہ ملے، تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرا
۷۔ یہ جو مشہور ہے کہ مرد اپنی بیوی کو کندھا بھی نہ دے اور قبر میں بھی نہ اتارے تو یہ بات غلط ہے۔ جب دوسرے اجنبی لوگ کندھا دے سکتے ہیں تو اس کا شوہر بھی کندھا دے سکتا ہے۔
۸۔ عدت موت ہر بیوی پر لازم ہے۔ حاملہ کے سوا باقی سب عورتوں کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ عورت بچی ہو، جوان یا بوڑھی ہو خلوت صحیحہ میسر آئی ہو یا نہ آئی ہو۔
۹۔ عدت موت میں عورت پر سوگ لازم ہے۔ عدت کے دوران بیوہ عورت سر میں تیل خوشبو نہ لگائے۔ رنگین بھڑکیلے کپڑے نہ پہنے۔ مہندی

نہ لگائے۔ کسی بھی شخص کو نکاح کا پیغام نہ دے اور نہ کسی مرد کو اس بات کی اجازت دے کہ وہ عدت کے دوران عورت کو نکاح کا پیغام کھل کر دے۔

۱۰۔ سوگ کا مذکورہ انداز تو بہتر ہے۔ البتہ میت پر پیٹنا اور نوحہ کرنا حرام ہے بے صبری کے الفاظ بولنا یا میت کی غلط تعریف کرنا نوحہ کہلاتا ہے۔

۱۱۔ محرم کے مہینہ میں ماتم کرنا، سر پیٹنا، بال نوچنا، سینہ کوبی کرنا، کالے کپڑے پہننا اور سوگ کی نیت سے چارپائی پر نہ لیٹنا ناجائز ہے۔ ہاں یادِ شہدائے کربلا اور ذکرِ شہیدانِ کربلا میں رونا گناہ نہیں بلکہ آنسو بہانا اور رونا باعثِ وقار و نجات ہے۔

۱۲۔ بالغہ عورت اپنے نکاح میں مختار ہے اور وہ معروف طریقے سے کسی سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔

مطلقہ عورت کی عدت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو، وہ تین مرتبہ ماہواری آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور اُن کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحم میں خلق فرمایا ہے، اُسے چھپائیں، انہیں ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں" $\frac{2}{228}$

اس آیہ کریمہ میں بیان کردہ عدت ہر اُس عورت کی ہے جس سے شوہر کی خلوتِ صحیحہ ہو گئی ہو اور غیر حاملہ ہو، قابلِ حیض ہو، آزاد ہو۔ اگر یہ شرطیں موجود نہیں تو مذکورہ عدت لازم نہیں۔

اور اس سے ہر وہ عورت مراد ہے جو نکاح میں آکر نکل جائے۔ نکاح سے نکلنا

کسی بھی انداز کا ہو سکتا ہے۔ مثلاً طلاق ہو گئی۔ یا مرد کے مرتد ہونے کے بعد اُس کے نکاح سے خود بخود نکل گئی۔ ان صورتوں میں ہر عورت کی عدت مذکورہ ہے۔ یعنی تین حیض سے فراغت کے بعد تک ہے۔

نکاح کو توڑنے والی درج ذیل صورتوں میں سے جو کوئی صورت بھی سامنے آجائے اُن میں سے ہر ایک کی عدّت مذکورہ عدت ہے۔

۱۔ مرد کا عورت کو طلاق دے دینا۔

۲۔ زوجین میں سے کسی ایک کا مرتد ہو جانا۔

۳۔ ایلاء: یعنی شوہر کا اپنی عورت کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لینا۔ اس کی مدت چار ماہ ہے۔ اس کے بعد طلاق واقع ہو گی۔

۴۔ لعان: لعان یہ ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی پر تہمت لگانا، پھر قاضی کے سامنے اپنے سچے ہونے کی چار بار قسم کھانا اور پانچویں بار یہ کہنا کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت اور اسی طرح عورت کا قسم کھانا لعان میں شامل ہے۔ اس سے بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ خیار بلوغ، لڑکی اگر بالغ ہوتے ہی ولی کے کیئے ہوئے نکاح کو توڑنا چاہے تو عاقل و بالغ گواہوں کے سامنے ایسا کر سکتی ہے۔

۶۔ خلع شریعت کی اصطلاح میں عورت کا اپنے خاوند کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرنا خلع کہلاتا ہے۔

ان صورتوں میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ان میں سے کسی ایک صورت میں بھی سابقہ بیان کردہ شرائط کے ساتھ نکاح ٹوٹ جائے تو اس کی عدّت مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ تین مرتبہ حیض کا آنا ہے۔ اس عدت کے دوران دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔

حدِّ قذف

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ۔

یعنی وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ناکردہ گناہوں کی تہمت لگاتے ہیں، انہوں نے بہتان اور ایک بہت بڑا واضح گناہ اٹھایا ہے ۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَةً اَبَدًا ج وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا ج فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ $\frac{۲۴}{۵،۴}$

اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار گواہ بھی پیش نہ کر سکیں تو ان تہمت لگانے والوں کو اَسّی (۸۰) دُرّے لگاؤ، اور ہمیشہ کے لیے ان کی گواہی قبول نہ کی جائے، دراصل یہ لوگ ہی فاسق ہیں، مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے ۔

زِنا کا جُرم اسلامی معاشرہ میں ناقابلِ برداشت ہے اور مرد و عورت جو اس کا مرتکب ہوتا ہے اس کے لئے ایسی عبرتناک سزا ہے جو کسی

دوسرے جرم کی نہیں۔ اسی طرح زنا کا الزام لگانا بھی سنگین جرم ہے جو شخص کسی پاک دامن اور عفیف عورت پر یا کسی عصمت شعار اور پاک باز مرد پر زنا کا الزام لگائے، اُسے معمولی خیال کر کے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے لیے حکم ہے کہ اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ پیش کرے اور اگر وہ چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اسے اس بہتان لگانے کی سزا کے طور پر اَسّی دُرّے لگائے جائیں گے۔ تاکہ ہر شخص کو علم ہو جائے کہ کسی کی عزت و ناموس سے کھیلنا مذاق نہیں۔

ایسے شخص کے لیے تین سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

۱۔ اَسّی کوڑے لگائے جائیں۔

۲۔ آئندہ مالی حقوق میں اس کی گواہی قبول نہ کی جائے

۳۔ اور اُسے فاسق قرار دیا جائے۔

شرعی اصطلاح میں اس سزا کو حَدِّ قذف کہتے ہیں۔ یعنی تہمت لگانے کی سزا۔

اس آیہ مبارکہ کے نزول پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ اَھٰکَذا نَزَلَتْ کیا یہ آیہ مبارکہ یوں ہی نازل ہوئی ہے۔ تو حضورؐ نے انصار سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ کی قسم ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔ درست ہے۔ لیکن مَیں یہ خیال کر کے حیران ہو رہا ہوں کہ اگر میں کسی خبیث و بدبخت انسان کو اپنی بیوی پر سوار دیکھوں تو جب تک مَیں چار گواہ تلاش کر کے نہ لا دوں، مَیں اس کے خلاف

زبان تک نہیں ہلا سکتا۔ اور اگر گواہوں کو بلانے جاؤں تو وہ اپنا کام کرکے رفو چکر ہو چکا ہوگا۔

ابھی اس گفتگو کو کچھ ہی دن گزرے ہوں گے کہ ایک رات حضرت ہلال بن امیہ اپنے کھیتوں سے واپس گھر آئے تو اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروف پایا۔ انہوں نے سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ساری باتیں اپنے کانوں سے سُنیں۔ اُنہوں نے صبح یہ سارا واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حضور کو یہ بات سن کر بہت دکھ ہوا۔ صحابہ کرام کہنے لگے، ابھی ہلال پر حد قذف لگائی جائے گی۔ لیکن ہلال نے کہا میرے دوستو! گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور کوئی صورت پیدا فرمائے گا۔ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آثار وحی نمودار ہوئے اور اس معاملہ میں وہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، جس میں لعان کے طریقہ کار کی وضاحت یا تشریح ہوئی۔

لعان

تعریف:۔ "لعان" اور "ملاعنہ" عربی زبان کے مصدر ہیں۔ اور ان کے معنیٰ "باہم ایک دوسرے پر لعنت کرنے" کے ہیں لیکن اسلامی فقہ کی اصطلاح میں یہ ایک عدالتی عمل ہے جس کے ذریعے شوہر اور بیوی بعض مخصوص حالات میں ایک دوسرے کے خلاف قسمیں کھا کر رشتۂ نکاح کو ختم کر دیتے ہیں اس عمل میں چونکہ ہر فریق یہ قسم کھاتا ہے کہ "اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر لعنت ہو" اس لیے اس عمل کو لعان کہا جاتا ہے۔

اس عمل کی مختصر سی تشریح یہ ہے کہ اسلام میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے

پر زنا کا الزام لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس زنا کو ثابت کرنے کے لیے کم از کم چار گواہ پیش کرے۔ اگر اس نے چار گواہ پیش کر دیے اور ان گواہوں کی گواہی شرعی شرائط کے مطابق عدالت میں قبول کر لی گئی تو ملزم پر زنا کی حد یعنی سزا جاری ہوگی اور اگر وہ چار گواہ پیش کرنے سے معذور رہا تو الزام عائد کرنے والے پر "حدّ قذف" یعنی تہمت لگانے کی سزا نافذ ہوگی۔

اس حکم کا فطری تقاضا یہ ہے کہ جو شخص چار گواہ پیش نہیں کر سکتا وہ کسی پر زنا کا الزام بھی عائد نہیں کر سکتا۔ عام حالات میں تو چونکہ بدکاری پر پردہ ڈالنے کو کہا گیا ہے۔ اس لیے اس حکم پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ لیکن اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو اپنی آنکھ سے بدکاری میں ملوث دیکھ لیتا ہے اور اس کے لیے چار گواہ پیش کرنا بھی ممکن نہیں اور اس صورتِ حال کو خاموشی سے برداشت کرنا بھی محال ہے اور چار گواہ لائے بغیر الزام لگانے سے حد قذف کا بھی سزاوار ہوتا ہے تو ایسے میں وہ کیا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مشکل مسئلہ کو حل کرنے کے لیے لعان کا حکم دیا ہے کہ اس صورت میں وہ حد قذف سے بے خوف ہو کر قاضی صاحب کے پاس لے جا سکتا ہے۔ قاضی ایسی صورت میں شوہر اور بیوی دونوں کو جمع کرے گا اور ان سے ایک مخصوص طریقہ پر قسم لے گا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں دونوں کے درمیان نکاح کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔ بیوی زنا کی حد سے محفوظ ہو جائے گی اور شوہر حد قذف سے بچ جائے گا اور اولاد کا نسب ماں سے ہوگا باپ سے نہیں۔

قرآن پاک میں لعان کا تذکرہ درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں یوں آیا ہے

آیات سورہ نور ۲۴ | ۶ تا ۱۰

"یعنی اور جو لوگ اپنی بیوی پر (زنا کا الزام عائد کریں اور ان کے پاس اپنے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو، تو ان کی شہادت یہی ہے کہ وہ (مرد) چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ کہہ دے کہ بے شک مَیں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اگر مَیں جھُوٹا ہوں تو مجھ پہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس کے بعد عورت سے (زنا کی) سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ بے شک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہہ دے کہ اگر یہ مرد سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ہو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے (تو تم بڑی مصیبتوں کا شکار ہو جاتے)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں لعان کے دو واقعات پیش آئے۔ ایک حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور ایک واقعہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ان دونوں واقعات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحما کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہلال بن امیہ سے فرمایا، کوئی گواہ پیش کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس کوئی گواہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر گواہ پیش نہیں کر سکتے تو تہمت لگانے کی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ہلال بن امیہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو قابلِ اعتراض حالت میں دیکھتا ہے تو کیا ایسے میں وہ گواہوں کو ڈھونڈنے نکل جائے۔ آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا ہلال یا گواہ پیش کرو، یا پھر حد قذف کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت ہلال نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے

اُس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ مَیں یقیناً سچا ہوں اور اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ ضرور کوئی حکم نازل فرمائے گا جو میری پشت کو حد قذف سے بچائے گا۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور سورہ نور کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ حضور پر وحی کیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کا بیان کیا، آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روز بات کی کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ مبتلا دیکھے اور غصے میں آکر اپنی بیوی کو قتل کرے تو اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا جائے گا؟ اب بتایئے کہ وہ کیا کرے۔ آپ براہ کرم میرا یہ مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر مجھے بتائیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ بغیر نام لیے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور مسئلہ پوچھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسئلہ کے پوچھنے پر کچھ ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ محسوس کر لیا کہ میری یہ بات حضورؐ کو ناگوار گزری ہے اور مَیں خواہ مخواہ کسی کی خاطر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بار خاطر ہُوا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس آئے اور اپنے مسئلے کے بارے میں پوچھا تو حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا۔ عویمر تم نے مجھے کوئی اچھا کام نہیں کہا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سوال کو پسند نہیں فرمایا۔ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا کہ خدا کی قسم میں تو خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں رہوں گا۔

چنانچہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کچھ اور لوگ بھی آپؐ کی محفل میں موجود تھے۔ حضرت عویمرؓ نے ان کی موجودگی میں ہی اپنا مسئلہ پیش کر دیا اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اور تمہاری عورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک حکم نازل فرما دیا ہے۔ جاؤ اور اس کے مطابق عمل کرو۔ چنانچہ دونوں کے درمیان لعان ہُوا۔

حضرت ابن جُریج رحمۃ اللہ علیہ امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ نے لعان کے بعد اپنی بیوی کو طلاق دی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذَاکُمُ التَّفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مُتَلَاعِنَیْنِ یعنی یہی تفریق ہی ہر دو لعان کرنے والوں کے لیے کافی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں اس کے بعد یہ بھی مروی ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ لعان کے بعد تفریق عمل میں آتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ جب ان سے حضرت مُصعب رضی اللہ عنہ نے یہ یہ مسئلہ پوچھا تو وہ پریشان ہو کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور یہ مسئلہ دریافت کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تفریق عمل میں آتی ہے۔

اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ لعان میں جب تفریق کر دی جائے تو ملاعنہ ملاعن پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے اور دونوں کے درمیان دوبارہ کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ہلال بن امیّہ کے لعان کا جو واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس عورت کے بچے کو باپ سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اس عورت پر زنا کا الزام لگانا جائز نہیں اور نہ اس بچے کو حرامی کہنے کی اجازت ہے۔ جو شخص اس عورت پر یا بچے پر تہمت لگائے گا، اس پر حد لگے گی۔

مصنّف دربارِ رسالتؐ میں

میرے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کتاب عصمتِ انبیاء کے موضوع پر گفتگو
کرتی ہوئی نبی آخر الزماں، طاہر، اطہر اور
مطہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ذاتِ
ستودہ صفات سے مزیّن ہے،

ضَالٌ، ذنبٌ، قصۂ غرانیق، تحریم الحلال
امساک زوج وغیرھم عنوانات پر عشقِ
محبوب میں ڈوبے ہوئے قلم سے لکھی ہوئی:
شگفتہ تحریر

زیرِ تدوین

عبدالحق ظفر چشتی

- جسمانی امراض میں تڑپتے اور سسکتے بیماروں کیلئے پیغامِ شفا،
- ڈاکٹروں، حکیموں اور طبیبوں کے ہوشربا قیمتی نسخوں سے دل برداشتہ مریضوں کے لیے مفت شفا خانوں کی نشاندہی،
- اولیاءِ کاملین کے مزارات کے فیوض و برکات سے لطف اندوز ہونے والوں کے لیے پختگیٔ ایمان کی راہ،
- بندگانِ خدا کے مزارات کی مٹی، پانی اور پتھروں کی سائنسی تحقیقات کی روشنی میں شفا کی وجوہات۔

اِن معلومات کے حصول کے لیے ایک تحقیقی
اور جدید موضوع پر پہلی کتاب۔

جسمانی امراض کے

رُوحانی شِفا خانے

عبدالحق ظفر چشتی

کرم پبلیکیشنز ○ مصطفےٰ آباد ○ لاہور ۱۵